

۱۔ حفیظ القواعد :- حسین خان۔ ادیب اضل

قیمت :- پانچ روپے ۔ سائز ۲۰ × ۳۰
۱۹

یہ ایک جدید طرز کی قواعد ہے جس میں اردو قواعد کے جملہ اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ تعلیمی نقطہ نظر سے ثانوی، اعلیٰ ثانوی، پری یونیورسٹی اور ڈگری کی جماعتوں کے نصاب پر مکمل طور پر حاوی ہے، جس کی وجہ سے آندھرا، شری ویکٹیشور، انامے اور مدراس یونیورسٹیز کی جانب سے منظور نصاب ہے۔
اغراض اصول قواعد پر بہ لحاظ اختصار و جامعیت اور طلباء کے امتحانی اغراض کیلئے نہایت ہی موزوں اور مفید ترین کتاب ہے۔

۲۔ توشہ آخرت :- حسین خاں۔ قیمت پانچ روپے

صفحات ۱۱۲، سائز ۲۰ × ۳۰
۱۹

اس کتاب میں اسلامی نظام حیات کے اکثر شعبوں کو نہایت ہی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ حدیث و فقہ کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے جس میں ارکان اسلام، اصطلاحات شرعیہ کا مختصر تعارف، طہارت، نماز، عیدین، جمعہ و جماعت، امامت و اقتدار، قربانی، صدقہ فطر، بعدہ تلاوت، مسائل ذبح، خطبہ نکاح وغیرہ کے تفصیلی احکام و مسائل پیش کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ مسائل کے

روشنی کے مینار

☆
مؤلفہ و مترجمہ

حسین خان، اہلب فاضل
پرسیڈنٹ ایوارڈی

پیشہ

مکتبہ نور مسلم پورہ، کاؤکی 524201

حُسن ترتیب نگارش کی مینار

نمبر سلسلہ	مَضامین	نمبر سلسلہ	مَضامین	نمبر سلسلہ
۱	آغاز سخن	۳	اپنی بیوی پر شبہ	۲۳
۲	پیش لفظ	۵	نخستین	۲۴
۳	تعارف و ربط	۷	خوف خداوند کی	۲۶
۴	بسم اللہ	۹	توکل	۲۹
۵	اسلام	۹	بہترین اور بدترین	۳۰
۶	اتحاد	۱۰	علی خالص	۳۱
۷	پیکر اخلاق	۱۱	روشنی کا مینار	۳۵
۸	ایک یتیم بچہ	۱۲	الذکھا مقدمہ	۳۶
۹	ایمان افروز منظر	۱۵	سم کاری دورہ	۴۱
۱۰	آسان عمل	۱۶	بڑائی کا معیار	۴۵
۱۱	ایک امتحان	۱۸	باطنی اشارہ	۴۸
۱۲	تقدیر کا یہودیہ مشا	۲۸	علاقہ	۵۰

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۷۱	افضل توین عبادت	۵۱	احترام حدیث	۲۷
۷۳	خداوند کا دروازہ	۵۱	دین دنیا کی دولت	۲۸
۷۳	ایک حدیث پر عمل	۵۲	سر بلندی کا راز	۲۹
۷۵	اس پرچہ پر یا اس پرچہ	۵۵	ماضی اور حال	۳۰
۷۵	رشتہ کا انتخاب	۵۶	کامیاب تجارت	۳۱
۸۰	ایک سار	۵۷	مؤثر طرز تعلیم	۳۲
		۶۰	نافرمانی کا وبال	۳۳
		۶۲	انمول بیٹیا	۳۴
		۶۲	ہیرا اور پتھر	۳۵
		۶۵	کیا تو نے جج کیا ہے	۳۶
		۶۷	نفست	۳۷
		۶۹	انسانی ہمدردی	۳۸
		۷۰	انسان کی تلاش	۳۹

A. NO.
515

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغاز سخن

نحمدہ و نصلی علی رسولہا لکرم

اَکابرِ اہلِ ازمیر مطالعہ کتابِ اسلامی تعلیمات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں اسلاف کے ایسے واقعات جمع کئے گئے ہیں جنکے مطالعے سے ان کے علمی ذوق و شوقِ علم دینی کی قدر و قیمت، اور اسکے لئے جدوجہد کا پتہ چلتا ہے۔ اسمیں ایمان و اخلاص کے ایسے نادر اور نصیحت آموز واقعات جمع کئے گئے ہیں جن سے ایمان کو تازگی ملتی ہے اور خدا سے پُر خلوص تعلق کی برکتیں حاصل کرنے کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔

اندھیری راتوں میں چلنے والے قافلے، سمندر کی دھستوں میں سفر کر نیوالے جہاز، بیابانوں میں سفر کر نیوالے مسافر، روشن ستاروں اور روشنی کے میدانوں کی رہنمائی میں اپنے سفر کا رخ متعین کر کے منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح دین کے عالم دنیا والوں کیلئے روشنی کے میدان ہیں۔

امید ہے کہ اس کتاب سے عوام اور خصوصاً طلباء زیادہ سے زیادہ مستفید ہونگے اور انشائے اللہ اردو زبان سے دلچسپی رکھنے والے ہر گھر میں یہ کتاب روشنی کے مینار کا کام دیگی اور اپنا جائز مقام حاصل کرے گی۔

نقطہ ناچیز
حسین خاں عفی عنہ

مقام کاوی
ضلع نیلور
۵/۴/۶۸

پیش لفظ

عالی جناب ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب شید مظاہ العالی
ایم۔ اے رنارسی ایم۔ اے راردوم پی۔ ایچ۔ ڈی۔ سابقہ
صدر شعبہ فارسی عثمانیہ یونیورسٹی۔ پریسڈنٹ ایوارڈی
رتنہ یافتہ صدر جمہوریہ صدر جامعہ دارالعرفان حیدرآباد (پنجاب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کا شکر ہے کہ آج ملنے کے لئے آیندہوں میں سب سے پہلے جناب مولوی حسین خاں صاحب تشریف لائے۔ ملکر اور باتیں کر کے دلی خوشی ہوئی۔ آپ ہمارے آندھرا اسٹیٹ کے ایک خدمتہ، ضلع نلور کے ایک تعلقہ کاوی کے مدرسے

خدا کی توفیق سے آپ اردو زبان ہی نہیں سکھاتے بلکہ لحاظ علموں اور عام لوگوں کو انسان بنانیکے نہایت ہی اہم کام میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ انسان بنانے والی حکمت کی باتوں کو خوب شوق سے سنتے ہیں اور بڑے سلیقے سے ان اچھی اچھی باتوں کو سکھانیکے لئے اخلاقی مضامین کی کتابیں بھی لکھتے جا رہے ہیں اس طرح اردو زبان کے پھیلانے کا کام بھی انہیں کتابوں کے ذریعے انجام دے رہے ہیں۔ انسانیت کے چراغ، پہلے جلا چکے ہیں۔

حفیظ القواعد کے نام سے قواعد کی بنیادیں مضبوط کر چکے ہیں۔ مجھے ان کے جذبات کو دیکھ کر اور نئی کتابوں کے مسودوں پر نظر کر کے نہایت خوشی ہوئی۔ خدا کرے انکی یہ کوششیں مقبول ہوں اور انکی اشاعت کیثر ہو۔ مایوسی پھٹکنے نہ پائے۔ اخلاق و آداب کے یہ جو ہر سمجھوں کے دامن میں پہنچ جائیں۔ میرا انکی خدمت میں مسغورہ ہے کہ وہ ملک و قوم اور ہر مذہب و ملت کی تاریخ سے مثالیں چنا کریں۔ اخلاق کے یہ اسلامی نمونے تلگو میں بھی کوشش کریں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔

میں انکے تبسم کی جھلک دیکھ کے محشر

تقریظ

عالی جناب ڈاکٹر محمد مرتضیٰ صدیقی صاحب۔
یکم اے۔ بی۔ ایچ۔ ڈی۔

فارمرلی پوسٹ۔ ڈاکٹر ل نیلو۔ یونیورسٹی آف کیلی فورنیا۔
U.S.A اینڈریس ریجر آفیسر سی۔ ایس۔ آئی۔ آر۔ گورنمنٹ
آف انڈیا۔

مولوی حسین خاں صاحب کی کتاب 'رُوشنی کے مینار' کا
کو دیکھتے کا موقع ملا۔ موجودہ حالات میں طلباء کیلئے یہ کتاب
ہدایت ہی موزوں اور مفید ہے۔

امید ہے کہ طلباء اس کا مطالعہ کریں گے۔ اور یہ کتاب
انہیں اعلیٰ اخلاق و صفات پیدا کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوگی
مقام محمود
لال بیگم۔ حیدرآباد
۲۸/۹/۷۹ء -
نقطہ ڈاکٹر محمد مرتضیٰ صدیقی
پروفیسر ریاضی یونیورسٹی
المملکۃ العربیہ السعودیہ۔

تقریظ

عالی جناب محمد حمید الدین حسامی صاحب عاقل
امیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش۔ (ایم۔ اے)
رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ بانی و مہتمم دارالعلوم
۱۱/۱۱/۷۹ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ادیب فاضل جناب حسین خاں صاحب کی تالیف
روشنی کے مینار، کوچیدہ چیدہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ موصوف
نے عبرت انگیز واقعات، نصیحت آمیز حکایات، اور بزرگوں
کے اقوال کو جمع فرما کر ایک اچھی خدمت انجام دی ہے۔
کتاب شروع سے آخر تک اسقدر دلچسپ ہے، کہ قاری پوری
کتاب ختم کرنے تک تکان محسوس نہیں کرے گا۔

اس دور میں جبکہ اخلاقیات کی تعلیم مدرسوں میں نہیں
دی جا رہی ہے طلباء کیلئے بھی یہ کتاب بالکل کمزور اور درست
کرنے اور انہیں جذبہ ایمانی پیدا کرنے میں بڑی مددگار ثابت
ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مولف صاحب کے لئے
ذخیرہ آخرت اور قوم کے لئے روشنی کے مینار بنائے۔

حسین منزل

پنجہ شاہ

حیدر آباد

نقطہ

محمد حمید الدین حسامی عاقل
غنیہ

۲۲۲
۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 کچھ پھول جن کے زیرِ نت و اماں بنائے
 وہ پھول جن سے نعلِ بدخششاں بھی شرمسار

بِسْمِ اللّٰهِ

جس کام کے شروع میں بسم اللہ نہیں کہی جاتی وہ ادھو
 اور بے برکت رہتا ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی کام شروع کیا جائے
 تو خدائے تعالیٰ کے اسم مبارک سے شروع کرنا چاہیے۔
 اسلام جو تہذیب انسان کو سکھاتا ہے اس کے قواعد میں
 سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ہر کام کی ابتدا خدا کے
 نام سے کرے۔ اس قاعدے کی پابندی اگر شعور اور خلوص کے
 ساتھ کی جائے تو اس سے لازماً نائدے ہوں گے۔

آدمی بہت سے برے کاموں سے بچ جائے گا کیونکہ
 خدا کا نام لینے کی عادت اسے ہر کام شروع کرتے وقت
 یہ سوچنے پر مجبور کر دے گی کہ کیا واقعی میں اس کام پر
 خدا کا نام لینے میں حق بجانب ہوں۔

اسلام
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 اس کا نام لینے میں حق بجانب ہوں۔

نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ حج بیت اللہ کرو۔ نیکی کا حکم دو۔ بھائی سے روکو۔ اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔ انہیں سے کسی چیز کو جو شخص کم کرتا ہے وہ اسلام کا ایک جزو چھوڑ دیتا ہے۔
اور جس نے اسکو چھوڑ دیا اس نے اسلام ہی سے منہ پھیر لیا۔

اتحاد

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان، مسلمان کیلئے دیوار کے مانند ہیں۔ جیسے کہ مکان کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے۔ آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا کہ سارے مسلمان اس طرح آپس میں ملے ہوئے اور جکڑے ہوئے ہیں۔
(مسلم)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک انسانی جسم کے مانند ہیں۔

اگر اسکے آنکھ دکھے گی تو سارا جسم دکھے گا۔ اسی طرح

پیکر اخلاق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے انکی مہمان نوازی کے لئے یہ نذر بست کیا کہ آپ نے اپنے اصحاب سے کہہ دیا کہ ایک آدمی کو لے دو۔ اور انکی اچھی طرح خاطر داری کرو۔ ان مہمانوں میں ایک بہت شہرہ رکھتا تھا۔ اسے کسی نے منظور نہ کیا۔ آپ نے اپنے گھر مہمان رکھا۔ گھر میں سب آدمیوں کیلئے جتنا کھانا پکا تھا، وہ اس نیت سے اکیلا ہی کھا گیا کہ سب بھوکے رہیں۔ جب وہ کھا چکا تو آپ نے اسے بہت ہی شکر بھجونا دیکر ایک کوٹھری میں سلا دیا۔ مگر اسے بدستھی ہو گئی۔ وہ سات بھروہیں کوٹھری میں رفع حاجت کرتا رہا۔ اس نے بھجونا تک خراب کر دیا اور ارے شرم کے وہ عجب سویرے ہی اٹھ کر چلا گیا۔

جب آپ اس کی خبر لینے گئے اور اسے نہ پایا تو بہت افسوس کیا۔ پھر کپڑوں کو اپنے مبارک ہاتھوں سے دھونے بیٹھے اتنے میں اور اصحاب بھی آگئے اور وہ یہ حال دیکھ کر بہت غصہ ہوئے مگر آپ نے انکا غصہ ٹھنڈا کیا۔ اتفاقاً وہ آدمی اپنی بیش

آپ اپنے دست مبارک سے زہور ہے ہیں اور لوگوں کو
خفا ہونے سے منع کر رہے ہیں۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو غصے کا
ایک لفظ تک نہ کہا بلکہ بڑی خوشی سے اس کا حال پوچھا اور
تواریک نکال کر اسے دیدی۔

یہ دیکھ کر وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

ایک یتیم بچہ

عیسٰی کا دن ہے، مدینے کی کھلی کوچوں میں ہر طرف چل
پہل ہے۔ مسلمان نوجوان، بوڑھے اور بچے صاف ستھرے کپڑے
پہنے عید گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ مدینے کی گزرگاہیں تکیہ و تہلیل
کی صداؤں سے گونج رہی ہیں، ایک راستے سے بنی صلی اللہ علیہ وسلم
بھی عید کی دوکانہ ادا کرنے کے لئے عید گاہ جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے
ایک مقام پر بے اختیار آپ کے قدم رک گئے۔ کچھ بچے بڑی بے فکری
سے اچھے اچھے کپڑے پہنے کھیل کود میں مگن ہیں۔ مگر ایک لڑکا ان
سب سے الگ تھا۔ لگ بھگ غمگین بیٹھا ہے، میلے کچیلے کپڑے پہنے سارے
بچوں کو حشر سے دیکھ رہا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اس مصیبت کے مارے لڑکے کے پاس پہنچے۔ اس کے سر پر ہار
سرمایہ کھلا اور فرشتے اتر آئے۔ کھڑے ہو کر اس کے

بچے نے سر اٹھا کر دیکھا اور فوراً آنکھیں جھکا لیں، ہمدردی کا برتاؤ دیکھ کر اور تسلی کے جملے سن کر بے اختیار اُسکے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور مٹانے ہوئے بولا، "وہچا میاں! میری قسمت میں کھیل اور خوشی کہاں؟ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

خدا کے رسول کا دل بھر آیا، لڑکے کو گلے سے چسٹا لیا اور فرمایا، "بیٹے! بتاؤ تو سہی تمہیں کیا دکھ پہنچا ہے، آخر تم پر کیا مصیبت آپڑی ہے؟"

وہچا میاں! آپ میری دکھ بھری داستان سن کر کیا کریں گے؟ میں ایک یتیم بچہ ہوں، نہ میری ماں ہے اور نہ باپ..... یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بھڑائی اور وہ جملہ بولا نہ کر سکا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو کچھ اور قریب کر لیا اور کہا، "بیٹے تمہارے ماں باپ کا کیا انتقال ہوا؟"

وہچا میاں! میں سکرماں باپ ایک جنگ میں کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ میری ماں نے دوسرا نکاح کر لیا اور میرے باپ کا چھوڑا ہوا سارا سامان لے کر اپنے نئے گھر میں چلی گئیں، میں بھی خوش خوش اپنی امی کے ساتھ گیا، مگر چند ہی دن

چچا میاں میرا کوئی بھی تو نہیں ہے، اور لڑکے کی ہچکی بندھ گئی۔،، میری امی بھی تو کچھ نہیں کرتیں۔ مگر وہ مجبور ہیں اب وہ کیا کر سکتی ہیں۔،،

بچے کے حالات سنکر اور اس کا رونا دھونا دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ پڑے اور بڑے پیار و محبت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔

دو بیٹے! کیا یہ پسند کرو گے کہ محمد تمہارے باپ بن جائیں، عائشہ تمہاری ماں بن جائیں، ناطہ تمہاری بہن بن جائیں، اور حسن و حسین تمہارے بھائی بن جائیں۔،،

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہی بچے نے عقیدت و حیرت کیسا اظہار کیا کہ چہرہ کھردھرا گیا۔ اور انتہائی عاجزی اور احترام سے بولا۔ یا رسول اللہ! مجھے معاف فرمائیے۔

پہلی بار میں نے آپ کی بات کا جواب بڑی بے توجہی سے دیا تھا، دراصل میں آپ کو جانتا نہ تھا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ ہزار بار قربان ہیں خدا کے رسول پر حضرت عائشہؓ سے اچھی ماں کہاں ملیں گی، حضرت ناطہؓ سے اچھی بہن اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے اچھے بھائی کہاں ملیں گے۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ گھر کی طرف لیکر روانہ ہوئے۔ گھوڑے، تو حضرت عائشہ رض سے فرمایا در عائشہ! لو یہ تمہارا بیٹا ہے، اسے نہلوا کر کپڑے پہناؤ، اور اسے کھانا کھلاؤ۔

یہ لڑکا آنسوؤں میں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا، آپ م جب اس دنیا سے رخصت ہوئے، تو اس لڑکے کا بڑا حال تھا۔ اسکی چمکی بندھی ہوئی تھی اور وہ کہتا تھا آج میں یتیم ہو گیا۔ ابو بکر عبد بنی رض نے لڑکے کی یہ کیفیت دیکھی تو پیار سے اسکا ہاتھ پکڑ لیا، اور اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

ایمان افروز منظر

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ ایک اونٹ نے اپنے مالک کا سامان جھٹک پھینکا ہے، نکیل توڑ ڈالی ہے۔ غیض و غضب کے بللاتا اور دردِ عالم سے جھینٹا چلاتا، گلیوں اور باناروں سے دوڑتا چلا جا رہا ہے۔ مالک بھی پیچھے پیچھے ہے۔ اونٹ شور مچاتا ہے اور چوڑیاں بھرتا ہوا سیدھا دربارِ نبوت میں پہنچا ہے۔ دونوں ہو کر کمالِ دب سے سرکار

کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی اور
 گویا ہوا کہ میرا مالک مجھ پر بہت ظلم کرتا ہے، مجھ پر بہت زیادہ
 بوجھ لادتا ہے، اور حد سے زیادہ مارتا ہے، اور کھانے کو بہت
 کم دیتا ہے، آپ نے پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ گھر جاؤ، میں
 مالک کو سمجھاؤں گا۔ لیکن اونٹ گھر جانے سے انکار کر دیتا ہے
 اسکا کہنا ہے کہ میرا مالک غیض و غضب کی آگ میں جھلس رہا
 ہو گا، وہ مجھے مار مار کر ادھ موا کر دیں گا۔ اتنے میں وہ آدمی بھی
 بیچھا کرنا ہوا وہاں پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے اسکو سمجھایا، اس کو
 پورا کھانا دینے، کم بوجھ لادنے اور نہ مارنے کی نصیحت کی تب
 اونٹ اسکے ساتھ واپس گیا۔

اچھے کورب العالمین نے رحمت العالمین کے لقب بے
 مثال کی خلعت فاخرہ سے نوازا ہے۔ اسلئے کوئی بھی دماغ ایسا
 نہیں جو آپ کی رحمت العالمین کے آثار کا احاطہ کر سکے۔
 (چندرہ روزہ صراط مستقیم۔ برہنگم۔ یو کے)

آسان عمل

ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ دیا رسول اللہ ﷺ
 میں چند برے کاموں میں مبتلا رہتا ہوں، چوری کرتا ہوں،
 شراب پیتا ہوں، زنا کامرتکب ہوں وغیرہ۔

ان سب باتوں کو ترک کرنا میرے لئے مشکل ہے کیونکہ
میں ان سب کا عادی ہو گیا ہوں۔ مجھے صرف ایک چیز بتائیے جو
میں اس پر آسانی سے عمل کر سکوں۔

آپ نے فرمایا اور

کیا تم جھوٹ نہ بولنے کا عہد بھی کر سکتے ہو؟

اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو بہت آسان ہے میں اس سے
جھوٹ نہ بولنے کا عہد اور وعدہ کرتا ہوں وہ بہت خوش ہو کر
چلا گیا کہ رسول اللہ نے مجھے کسی چیز سے نہیں روکا سوائے
جھوٹ کے جس پر میں آسانی سے عمل کر سکتا ہوں۔

جب رات آئی وہ حسب عادت چوری کیلئے گھر سے نکلا فوراً
اسے خیال آیا کہ دربار نبوی میں کل حاضر ہونگا اور مجھ سے پوچھا
جائیگا کہ تم نے رات کیا عمل کیا تھا، اس وقت اگر چوری کا اقرار
کرونگا تو چوری کی سزائیں باطل کاڑ جائیگا۔ اگر جھوٹ بولوں گا
تو عہد شکنی ہوگی، اور عہد شکنی کبھی نہیں کر سکتا، اس طرح وہ چور
کرنے سے باز آ گیا پھر شراب نوشی اور زنا کاری کا خیال آیا مگر
اپنے دلیں سے کہا کہ حضور نبی اکرم کے سامنے شراب کے اقرار کرنے پر
سنگسار یعنی پتھر مار کے ہلاک کیا جائیگا اور جھوٹ بول نہیں سکتا کیونکہ
عہد شکنی ہوگی اور عہد شکنی میں نہیں سکتا۔ اس طرح وہ اللہ کے رسول کی
تعلیم سے چوری اور شراب نوشی اور زنا کاری کے ارتکاب سے تائب ہو گیا۔

ایک امتحان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص اندھا، ایک مسبر وں ایک گنجا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان ان تینوں کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا، وہ فرشتہ اولیٰ جس کو برص تھا اسکے پاس آیا اور پوچھا کہ تجھ کو کونسی بات سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس نے کہا میرا جسم اچھا ہونا اور جلد کا رنگ اچھا ہونا مجھے ہنایت محبوب ہے، اور یہ مرض مجھ سے دفع ہو جائے۔ کیونکہ لوگ اس مرض کی وجہ سے کراہت کرتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور وہ مرض بالکل جاتا رہا۔ اور اچھا خاصہ رنگ نکل آیا اور جلد وحشیم بھی اچھا ہو گیا، اور پھر پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اس نے کہا اونٹ۔ اس نے اسکو گاہن اونٹنی دے کر برکت کی دعا دی پھر۔۔۔

گنجنے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا محبوب ہے۔ اس نے کہا مجھے بال سب سے زیادہ پسند ہیں اور یہ گنجا سر مجھ سے جاتا رہے کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیر دیا وہ سب مرض جاتا رہا اور اچھے بال نکل آئے۔ پھر پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اس نے کہا گائے۔

اس کو گاہن لگائے عنایت ہوئی اور برکت کی دعا کی۔
 پھر اندھے آدمی کے پاس آیا اور پوچھا کہ تجھے کیا محبوب ہے۔
 اس نے کہا مجھے بیٹائی آجائے اور میں دیکھنے لگوں۔ فرشتے
 نے ہاتھ پھیرا اور خدا کی جانب سے وہ بیٹا ہو گیا۔
 پھر پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اس نے کہا بکری۔
 اس کو گاہن بکری مرحمت ہوئی اور برکت کی دعا کی۔ اب
 جبکہ سب کے یہاں خوب برکت ہوئی اور گلے کے گلے آؤ نہٹ
 گائے اور بکری کے تیار ہوئے۔

پھر فرشتہ پہلے برص والے کے پاس پہلی صورت میں
 آیا اور کہا میں مسکین ہوں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اس
 خدا کے نام پر کچھ صدقہ دے کہ جس نے تجھے مرضی برص سے
 صحت دیا اور تجھے اونٹوں سے مالدار بنایا۔ اُس نے کہا
 واہ واہ سبحان اللہ تم تو جھوٹ کہتے ہو میں کب مسموم
 تھا، اور یہ مال تو میرے کربار و اجداد سے حاصل ہوا ہے۔
 فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر تجھ کو پہلا
 سا کر دے۔ اسکے بعد وہ فرشتہ غنیمت کے پاس آیا اور اس سے
 بھی سوال کیا۔ اس نے بھی پہلے کے مانند جواب دیا اور خدا
 کی راہ میں حنین سے انکار کیا۔ فرشتے نے اس سے بھی ہی
 کہا جو پہلے والے کو کہا تھا کہ اگر تو جھوٹ کہتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ پھر تجھ کو پہلا سا کر دے۔

پھر اندھے کے پاس آیا اور وہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا بلا شک میں اندھا تھا خدائے تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائی یہ ساری دولت اسی کی دہی ہوئی ہے تم جو چاہو ہو لے لو۔ اور جو چاہو چھوڑ دو کہتے ہیں اختیار ہے میں ہرگز کچھ نہ کہوں گا۔

فرشتے نے کہا تجھ کو یہ مال مبارک ہو میں فرشتہ ہوں یہ تیری صفہ آزمائش تھی۔ اس میں کامیاب نکلا۔ پہلے کے دو شخص ناکام رہے۔ غصہ زدہ دونوں پہلی حالت میں دوبارہ مبتلا ہو گئے۔ بیمار غصہ و محتاج بن گئے۔ خدا تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض۔

تقوے کی بہترین مثال

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرماتے کہ اتنے میں معزز نامی ایک شخص آئے انہوں نے کہا وداے اللہ کے رسول ما، مجھ سے زنا ہو گیا، مجھے پاک کر دیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جاؤ استغفار کرو اور توبہ کرو،۔ یہ کہہ کر آپ نے منہ موڑ لیا۔ حضرت معزز چلے گئے لیکن وہ پھر حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر واپس کر دیا
 پھر آپ نے ان کی قوم کے پاس آدمی بھیجا اور یہ دریافت کیا
 کہ انکی عقل میں فتور تو نہیں ہے، انہوں نے کہا نہیں وہ ہم میں
 اچھی عقل والے آدمی ہیں۔ حضرت راعزہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہو گئی
 آپ نے انہیں پھر واپس کر دیا اور ان کی قوم سے پھر تعلیق
 کرائی۔ قوم نے کہا ان کو نہ بیماری ہے نہ انکی عقل میں فتور
 ہے۔ حضرت راعزہ رضی اللہ عنہا جو تھی مرتبہ آئے اور اپنے متعلق پھر زنا
 کی گواہی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے
 پاس بلوایا اور پوچھا دو کیا تمہیں جنون ہے یا، انہوں نے
 کہا نہیں، پھر آپ نے (لوگوں سے) فرمایا کہ انہوں نے شراب
 پی ہے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کا منہ سونگھا تو شراب
 کی بدبو محسوس نہیں ہوئی پھر آپ نے حضرت راعزہ سے فرمایا دو
 تم نے اور کچھ کیا ہو گا، کہا دو نہیں اس نالائق سے زنا ہو گیا ہے،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو تو پھر جو بات میں نے
 تمہارے متعلق سنی تھی وہ صحیح ہے؟ انہوں نے کہا وہ کیا؟
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو تم نے فلاں لونڈی
 کے ساتھ زنا کیا ہے، یا، انہوں نے کہا دو بالکل صحیح ہے۔
 رہیں تو خود ہی معترف ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا، کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے؟ -

انہوں نے کہا وہاں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا وہ انہیں لے جاؤ اور سنگسار کرو ، لوگوں نے انہیں جنازہ گاہ میں لے جا کر سنگسار کیا ۔ انکو نہ باندھا گیا نہ درگھرا کر ڈھا کھو دیا گیا ، معمولی گڑھا کھود کر اس میں انہیں کھڑا کر دیا) جب انہیں پتھر لگے تو ادھر ادھر بھاگنے لگے ، لوگوں نے پکڑ کر سنگسار کر دیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے متعلق کلمہ خیر کہا اور انکے جنازہ سے کی نماز پڑھی ۔ پھر آپؐ نے فرمایا وہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر پوری امت میں تقسیم کر دی جائے تو اسکو کافی ہو جائے ۔

صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین حصہ ۴۵ مطبوعہ کراچی

ایک کنول کنول کا ایک خوشنما پھول پانی پر تیرتا تھا ہوائے تند اور تیز جھونکے سے ادھر سے ادھر لے پھر رہے تھے ۔ اور اس کوشش میں تھے کہ اسے پانی میں ڈبو دیں ۔ لیکن کنول کا پھول اپنے آپ کو سنبھالے رہا ۔ اس خوشنما پھول نے ہوائے سخت سے سخت جھونکوں کا اس طرح مردانہ وار مقابلہ کیا کہ ہوائے جھونکے انتہائی کوشش کے باوجود اسے ڈبونے میں کامیاب نہ ہو سکے ۔

لے صحیح البخاری کتاب الحارین من اہل کفر بالایم الجہنم ۔ عن ابی ہریرۃ
باب لعم فی المعنی عن ابی ہریرۃ صحیح مسلم کتاب الحدود (خط کشیدہ عبارتیں مزید صحیح مسلم میں)

معصیت کے طوفان میں بہہ جائے و بے عمل انسان اپنی ذات ک کنول کے پھول سے مقابلہ کر اور دیکھ کہ کنول نے پانی میں رہتے ہوئے بھی اپنے آپکو تر دامن سے بچائے رکھا۔ لیکن ایک آٹھ ہے کہ اپنے آپکو معصیت کے سمندر میں غرق کر دیا ہے۔ اور نفس پرستی کے سیلاب میں تو اس طرح بہا چلا جا رہا ہے کہ خود تجھے معلوم نہیں کہ تیرا انجام کیا ہو نیوالا ہے۔ اے انسان کنول کے بے جان پھول سے سبق حاصل کر اور اس سے سیکھ کہ معصیت کے طوفان میں رہتے ہوئے بھی کس طرح اپنے آپ کو تر دامن سے بچایا جاسکتا ہے۔

ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا

دولت کی حقیقت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ بندہ میرا مال میرا مال کہتا ہے۔ (یعنی اپنے تمول پر فخر کرتا ہے) اور حقیقت یہ ہے کہ اسکے مال میں سے جو کچھ اس کا ہے وہ ہفتہ تین چیزیں ہیں ایک تو وہ جو کھا لیا اور ختم کر دیا۔ دوسرے جو پہنا اور پھاڑ ڈالا۔ تیسرے وہ جو راہ خدا میں دیدیا اور آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا۔ ان تینوں چیزوں کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس سب کو وہ دوسروں کیلئے چھوڑ کر چلا جائیوالا ہے۔ (مسلم)

یعنی اس دنیا میں انسان جو کچھ کھا لیا، پہن لیا اور راہ خدا میں دیدیا پس وہ تو اسکا ہے۔ باقی ساری دولت دوسروں کے قبضے میں چلی جاتی ہے۔

اپنی بیوی پر شہرہ | ایک دن ایک دیہاتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے عرض کیا وہ میری بیوی نے کالا بچہ جنما ہے (مجھے اس پر شہرہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تمہارے پاس اونٹن میں ہے؟) اس نے کہا ہاں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (انکے رنگ کیسے ہیں؟) اس نے کہا سرخ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہاں میں کوئی بھورا بھی ہے؟) اس نے کہا ہاں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ کہاں سے آیا؟) اس نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس کو اس کی اصل نے اس طرح نکالا ہوگا۔ یعنی اوپر اہل میں کوئی بھورا اونٹن ہوگا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ تو تیرے بچے کو بھی اس کی اصل نے ایسا ہی نکالا ہوگا۔ یعنی تیرے آباء و اجداد میں بھی کوئی کالا ہوگا جسکے اثر سے یہ بچہ کالا پیدا ہوا ہے)۔

صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ج ۴ طبع شدہ کراچی

مردی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

خبر | ایک شخص کو زکھ کر اپنے حواریوں سے فرمایا سنو! یہ تھوڑی دیر پہلے میں مرنے والا ہے۔

صحیح بخاری کتاب المحاربین من اهل الکفر باب التعریف عن ابی ہریرہؓ

بہت دیر بعد جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگل سے واپس آیا تو حواریوں نے کہا یا حضرت یہ تو اب تک زندہ موجود ہے۔ آپ نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا اے شخص کیا تو نے میرے سامنے سے جا کر کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ بھی نہیں۔ البتہ یہ ہوا کہ میکے ساتھ میرا کھانا تھا۔ میں لکڑیاں چٹننے کیلئے جا رہا تھا۔ وہاں ایک صاحب نے مجھ سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا۔ میکے پاس صندل وہی تھوڑی سی روٹی میرے کھانے کے لئے تھی۔ میں نے وہ روٹی اس مسکین کو دیدی۔ آپ نے فرمایا اچھا تم اپنی لکڑیوں کا یہ بوجھ کھو لو تو؟ اس نے کھولا تو اس میں سے ایک کالاناگ پھینچتا ہوا نکلا اور جنگل کی جانب چلا گیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا یہ ناگ اس کو اسکوڑسنے اور ہلاک کرنے کے لئے آیا تھا۔ لیکن اس کی خیریت کی وجہ سے خدا نے اس کی عمر بڑھا دی۔ اور اس آفت سے بچالیا۔ (خطبات محمدی جلد ۴۴)

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ رب کے غصے کو بھی رد کرتا ہے اور بڑی موت سے بھی حفاظت کا سبب ہے۔۔۔

(مشکوٰۃ شریف)

خوف خداوندی | حضرت سلیمان علیہ السلام

ان کے ساتھ انکا ہمدرد یعفور بھی تھا۔ حج سے فارغ ہو کر وہاں سے یمن کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ کا گزریمن کے دارالخلافہ صنعا سے ہوا تو وہاں کے سرسبز و شاداب باغ اور لہلہاتے ہوئے کھیت دیکھ کر آپ نے وہیں پراوڑال دیا تاکہ تمام ضروریات سے فارغ ہو کر آگے چلیں گے۔ حضرت کو مشغول دیکھ کر اس زرخیز ملک کی سیر کی خواہش ہوئی، چنانچہ فصا میں اڑ کر چاروں جانب نظر دوڑائی تو اُسے یقیس کا حسین اور شاداب باغ نظر آیا۔ وہ وہاں اتر گیا اور اس کی ملاقات یمن کے ایک ہمدرد سے ہو گئی۔ وہ اس کی طرف جھپٹا اور یعفور سے پوچھنے لگا، کیوں بھائی کہاں سے آرہے ہو؟ اور کہاں کا قصد ہے؟

یعفور نے بھائی اپنے آقا سلیمان کے ساتھ ملک شام سے آرہا ہوں۔

یمنی ہمدرد یہ سلیمان کون صاحب ہیں؟
یعفور نے سلیمان عم تمام جنوں، انسانوں، پرندوں، چرندوں اور درندوں اور ہوا کے بھی بادشاہ ہیں، ان سب پر انکا قبضہ ہے، اور اللہ نے ہر چیز کو ان کا مطیع بنا دیا ہے۔

اچھا یہ تو بتائیے آپ کہاں کے ہیں؟ یمنی ہر ہد، رعسزہ
بھائی، میں تو اسی ملک کا باشندہ ہوں، اس ملک کی ملکہ بقیس
میں جسکے پاس بارہ ہزار ایسے جرنیل ہیں جن میں ہر ایک کے
تحت ایک ایک لاکھ جنگی سپاہی ہیں، چلئے آپ کو اپنے ملک کی
ذرا سیر کرا دیں۔

یعفور راجہ میں چلتا تو مگر ایک اندیشہ ہے کہ نماز کے لئے جب
سیمانم وضو فرمائیں گے اور پانی کی ضرورت ہوگی تو وہ مجھے
ضرور معلوم کرائیں گے۔ یمنی ہر ہد، چلئے آپ فکر نہ کریں۔ جب
آجیا کر انکو بقیس جیسی دبدبے والی ملکہ کے خوش کن حالات
سنائیں گے تو وہ بہت خوش ہونگے۔

یعفور راجہ ہو گئے اور دونوں روانہ ہو گئے۔ یعفور دیر
تک سیر و تفریح کرتے رہے، اور کہیں عصر کے بعد واپس پہنچے۔
ادھر حضرت سیمانم نے جہاں پر اوڈالا تھا، اتفاق کی
بات کہ وہاں دور دور تک پانی نہ تھا۔ حضرت نے انسانوں،
جنوں اور دیوؤں سے پانی کے بارے میں معلوم کیا یہ کہ
کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر آئے اپنے پرندوں کے نگران گدھ کو بلایا
اور اس ہر ہد کے متعلق پوچھا۔ گدھ نے کہا، حضور معلوم نہیں
وہ کہاں غائب ہیں۔
حضرت کو بہت غصہ آیا۔ ایک تو نماز کو دیر ہو رہی تھی۔

اور پھر یعفور بغیر بوجھے غائب ہو گئے تھے۔ آپ نے کہا اچھا آنے دو اسے ایسی سخت سزا دوں گا کہ یاد کرے گا۔ اگر اس کے پاس کوئی معقول وجہ نہ ہوئی تو بس ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ پھر آپ نے پرندوں کے صدر عقاب کو بلایا اور اس سے کہا۔ عقاب فوراً یعفور کو میسر پاس حاضر کر دو۔ عقاب حکم پاتے ہی ہوا میں اڑا اور چاروں طرف اپنی تیز نظر دوڑائی۔ کیا دیکھتا ہے کہ سن کی طرف سے یعفور بھاگے آ رہے ہیں۔

عقاب غصے میں یعفور پر ٹوٹ پڑا کہ اس کا کام ہی تمام کر دے۔ یعفور نے خدا کا واسطہ دے کر کہا۔ عقاب! میں تجھے اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے یہ قوت دی ہے اور میسر اوپر تجھے غلبہ بخشا ہے۔

عقاب نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اس سے کہا۔ تیرا بڑا ہو گا لگیا تھا۔ خدا کے رسول نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے سخت ترین سزا دیں گے۔ یا ذبح کر ڈالیں گے۔ یعفور ڈر کے ماتھے کاٹنے لگا۔ پوچھا، اچھا یہ تو بتاؤ، انہوں نے کوئی شرط تو نہیں لگائی تھی؟

عقاب نے کہا یہ کہہ تھا کہ اگر وہ کوئی معقول وجہ نہ بیان کر سکا تو میں اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔

یعفور! خیر تو پھر کوئی برا نہیں۔ خدا کا شکر ہے سمجھو کہ میں بچ گیا۔ پھر عقاب اور یعفور دونوں ٹرے اور حضرت سلیمان ؑ کی خدمت میں پہنچے۔ یعفور اپنی دُم اور پیر پھیلا کر زمین پر عاجزی اور انکساری سے گھسیٹنے لگا۔

حضرت نے غصے میں یعفور کی گردن پکڑی اور زور سے اپنی طرف کھینچا کہ فوراً ہی یعفور نے کہا:

وہاے خدا کے نبی! یاد کیجئے اس وقت کو کہ جب آپ عترتِ جلال والے خدا کے حضور قیامت کے دن کھڑے ہونگے۔

یہ سنتے ہی سلیمان علیہ السلام خوفِ خداوندی سے کانپ اٹھے۔ یعفور کو معاف کر دیا اور پھر نہایت نرمی سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو یعفور نے ملکہ بلقیس کا پورا قصہ سُنایا۔

(حیاتِ الحيوان الدمیری)

توکل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک بار چوٹی سے پوچھا کہ سال بھر کا تیرا رزق کس قدر ہے۔ اس نے عرض کی کہ گیسوں کا ایک دانہ۔ آپ نے ایک شیشی میں اس چوٹی کو بند کر دیا اور ایک دانہ اس کے کھانے کو شیشی میں ڈال دیا۔ پھر ایک سال کے بعد اس شیشی کو دیکھا تو اس میں آدھا دانہ گیسوں کا باقی ہے۔

آپ نے بیویوں سے پوچھا کہ تو نے پورا دانہ کیوں نہیں کھایا۔ اس نے جواب دیا کہ یا نبی اللہ مجھے ہمیشہ خدا پر کھروسہ رہا کرتا تھا اس لئے پورا ایک دانہ کھا لیا کرتی تھی۔ لیکن جب سے آپ نے مجھے اس شیشی میں بند کیا ہے ہمیشہ ہی ڈر لگا رہا کہ مہوا سلیمانؑ مجھ کو بھول جائیں اور میں بھوک کی مروں اس خیال سے ہر روز آدھ پیٹ بھرتی کرتی جس کی وجہ سے آدھ دانہ بچ گیا۔

سبحان اللہ اللہ تعالیٰ ہی رازق مطلق ہے بہر ذی وجہ کو اسی پر توکل ہے اور وہی ہر ایک کا روزی و سال ہے۔

بہترین اور بدترین | حضرت لقمان تو بڑھی

کے غلام تھے۔ ان سے ایک روز انکے مالک نے کہا کہ بکری لے کر دو اور اس کے بہترین اور بچھے سے ٹکرے گوشت کے میسے پاس لاؤ۔ وہ دل اور زبان لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے آقا نے پھر بھی حکم دیا اور کہا کہ آج اس گوشت میں سے جو بدترین اور خبیث ٹکرے ہوں وہ لا دو۔ آپ آج بھی یہی دو چیزیں لے گئے۔ مالک نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ بہترین ٹکرے تجھ سے مانگے تو یہی دو لایا، اور بدترین دو ٹکرے مانگے تو یہی تو نے ہی لا دیئے۔

یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: جب یہ اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی حصہ نہیں اور جب یہ بھرے بن جائیں تو پھر سب سے بدتر بھی وہی دو ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۱/۲)

عمل خالص

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے جو امت تھی ان میں سے تین آدمی ایک ساتھ سفر میں روانہ ہوئے رات ہو گئی اور یہ تینوں شخص ایک پہاڑ کے غار میں سو گئے۔ اتفاقاً پہاڑ پر سے ایک بھاری پتھر اس طرح آن گرا کہ اس غار کا منہ (راستہ) بند ہو گیا اور یہ تینوں شخص اس غار میں بند ہو گئے۔ اس عمل کے بعد ان تینوں آدمیوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ اب تو نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ہاں ایک راستہ محض یہی ہے کہ ہم تینوں اپنے اپنے اعمال صالحہ کے وسیع سے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ چنانچہ ان تینوں میں سے پہلے ایک شخص نے یہ کہا یا اللہ العالمین تو خوب جانتا ہے کہ میرے ماں باپ عمر طبعی کو پہنچ گئے تھے۔ میرے کئی چھوٹے بچے تھے اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ تاکہ ان کا دودھ ان سب کو پلاؤں۔۔

جب شام ہوتی تو میں گھر آتا دو دو دو ہوتا۔ اور سب سے پہلے اپنے والدین کو دو دو دو لاکر پلاتا تھا۔ اسکے بعد بیوی بچوں کو پلاتا تھا۔ مگر اتفاقاً ایک روز چراگاہ کے درخت مجھے دور لے گئے اور وقت پر گھر واپس نہ آسکا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ جب گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ماں باپ دونوں سو چکے تھے۔ میں دو دو سے بھر پیرا لے لے اٹکے سر ہاتے کھڑا رہا اور ادب کے واسطے انہیں جگانے کی جرأت نہ کر سکا، ادھر میسر نہ پختے پاؤں کے پاس پڑے بھوکے پریشان ہو کر روتے ہوئے مجھ سے دو دو کا اتفاق و مطالبہ کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور ماں باپ اندر خود نیند سے بیدار ہوئے تو میں نے پہلے ماں باپ کو دو دو پلا دیا پھر اس کے بعد بیوی بچوں کو دو دو دینے کے لئے دیا۔

اے بار الہی! اگر میرا یہ عمل صالح خالص تیری رضا کے لئے تھا تو اس عمل کی برکت سے اس پتھر کو ہٹا دے جو اس غار پر پڑا ہے اور جسکی وجہ سے راستہ بند ہے۔ اس دعا کے بعد پتھر تھوڑا سا ہٹا اور غار کے اندر کچھ روشنی نظر آئی مگر پتھر اتنا نہیں ہٹا کہ یہ تینوں غار سے باہر نکل پاتے۔

اسی طرح اب دوسرے شخص نے اس کے بعد اللہ تبارک

تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی لڑکی سے کس حد تک محبت تھی ایک بار میں نے اس کی خواہش کا

اٹھار کیا تو اس نے میری خواہش کو ٹھکرا دیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد اتفاقاً تھوڑا پڑا اور وہ بھی قحط کی مصیبت اور فاقوں سے تنگ آکر میرے پاس آئی میں نے اسے ایکسٹوایس دینا اس شرط پر دیتے کہ وہ اپنے نفس کو میرے حوالے کر دے لہذا اس نے مجھے اجازت دیدی مگر میں جب اس پر قادر ہوا تو اس نے کہا کیا تیرے لئے اس چیز کا استعمال جائز اور درست ہے جو تجھ پر حلال نہیں مسلام ہے؟۔

میں یہ سنتے ہی اس سے الگ ہو گیا اور زنا کا ارادہ ترک کر دیا اور وہ دینار اُسے دیکر رخصت کر دیا۔ اے رب العالمین! اگر یہ میرا عمل خالص تیری رضا و خوشنودی کیلئے تھا تو تو اس عمل کے برکات سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ اس دعا کے بعد پتھر پھر ایک بار تھوڑا سا ہٹا، لیکن اتنا نہیں ہٹا کہ یہ لوگ اس غار سے نکل سکتے۔

اب آخر میں اس تیسرے اور آخری شخص نے اس طرح دعا مانگی کہ اے اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ اپنے یہاں مزدوری کے لئے کچھ مزدور مقرر کئے تھے اور ان مزدوروں کی مزدوری چاول کی کچھ مقدار مقرر کی گئی تھی۔ جب میں نے مزدوروں کی مزدوری تقسیم کرنے لگا تو ایک مزدور اپنی مزدوری کے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔

میں نے اس مزدور کے ان چاولوں سے (جو وہ چھوڑ کر چلا گیا تھا) کاشت کرنا شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ اس کی کاشت کثیر مال کی شکل میں ہو گئی۔ اب عرصہ دراز کے بعد وہ مزدور میسرے پاس آیا اور اپنی مزدوری کو طلب کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ اونٹ، بکریاں اور گائیں سب تیری مزدوری تھے ہیں لہذا ان سب کو تو لے جا۔

مزدور نے کہا مجھ سے مذاق نہ کرو بلکہ میری مزدوری کے جو چاول ہیں وہ مجھے دیدو۔ میں نے اس مزدور سے کہا کہ میں مذاق کیوں کرونگا دراصل یہ تیری مزدوری کے چاول سے ہی اتنا کثیر مال جمع ہو گیا ہے کیونکہ میں نے تیرے ہی ان چاولوں سے کاشت کرنا شروع کر دی تھی جو کچھ پیدا ہوتا رہا میں سے بڑھاتا رہا۔ یہ سنتے ہی وہ اس تمام مال پر قابض ہوا اور تمام مال و مویشی لے کر چلا گیا۔

اے خداوند قدوس اگر میرا یہ عمل خالص تیری رضا اور خوشنودی کے لئے تھا تو تو اس پتھر کو اس غار سے ہٹا دے۔ چنانچہ اس تیسرے اور آخری شخص کی دعا کے بعد وہ بند غار کے صحنہ پر سے بالکل ہٹ گیا اور پھر یہ تینوں اشخاص غار سے باہر نکل آئے۔

ربخاری و مسلم۔ بطریق مختلفہ۔ عن ابن عمر رضی

ایک لمحے کے لئے سوچئے!

آج اپنے قرآن مجھے کچھ حصے کا مطالعہ کیا ہے؟ قرآن کوئی سورت یا آیت زبانی یاد کی؟ قرآن کے کسی حصے کو ترجمہ تفسیر سے سمجھنے کی کوشش کی؟ قرآن یا حدیث کی کسی آیت حکم پر عمل شروع کیا؟ اپنے گھروالوں کو دین اسلام کے بارے میں نصیحت کی؟

اگر نہیں! تو آج اپنے اپنی عمر عزیز کا ایک اور قیمتی دن یوں ہی ملا دیا۔ کوشش کیجئے آئندہ کل آج سے بہتر گزرے۔ آمین۔

روشنی کا مینار

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ، حالات میں لکھا ہے کہ آپؐ میں زہد و تقویٰ بہت زیادہ تھا اور آپؐ فروتنی، تواضع اور خوش خلقی میں بہت آگے تھے۔ مانے، پینے، اور پہننے میں انتہائی سادگی تھی۔ حتیٰ کہ خلافت کے دور میں بہت ہی معمولی لباس استعمال کرتے تھے۔ مگر لبّ ادب اور ہیبت کا یہ حال تھا کہ شاہوں و شہنشاہوں سے زیادہ حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان کے رعب و جلال سے شخص گھبراتا تھا۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ملکہ
عرب کے زعماء و شرفاء آدھ بکین کے بادشاہ ہنایت زرق و برق و سرور
لباس میں یوں آئے کہ بدن پر حریر و دیبا اور زربفت کے
بہترین اور خوش منظر کپڑے اور سر پر تاج تھے۔ مگر جب انہوں
نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی انتہائی سادگی اور بے تکلفی
باوجود ان کے وقار، ہیبت اور رعبِ ادب کا یہ عالم ہے کہ لوگ
انکو دیکھ کر کانپ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے جسم اور سر سے
سب اُتار دیا، ان ہی میں یکن کا بادشاہ ذوالکلاع حمیری بھی تھا
اسکے ساتھ گھوڑا اور خاندان والوں کے علاوہ ایک ہزار غلام آئے
تھے۔ اور اسکے سر پر سنہرا تاج اور بدن پر بہترین قسم کے کپڑے
تھے، جب اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سادگی اور ان کے رعب و غیب
کو دیکھا تو اپنے شاہی کپڑے اتار کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جیسی سیرت
اختیار کر لی اور سیدھی سادی زندگی بسر کرنے لگا۔

(مروج الذهب جلد ۲ ص ۳۱۵)

انوکھا مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں
مسجد نبویؐ ہی ایوان خلافت تھا اور اسی کے کچے فرش پر بیٹھ کر
ایشیاء اور افریقہ کی قسمتوں کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ پانچویں
وقت کی نماز بھی خیفہ وقت اسی مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔

غصہ ہر وقت مسجد آنے جانے والوں سے بھری رہتی تھی۔ حضرت عباسؓ عظمیٰ رسول کریمؐ کا مکان مسجد نبویؐ سے متصل واقع تھا اور اسکا پرنا لہ مسجد نبویؐ میں گرتا تھا۔ بعض اوقات اس میں سے پانی آتا تو سنازیوں کو تکلیف ہوتی۔ چنانچہ حضرت عباسؓ اپنے زمانہ خلافت میں مسجد کا احترام اور سنازیوں کے آرام کی خاطر اس پرنا لہ کو اکھڑا دیا۔ حضرت عباسؓ مالک مکان اتفاق سے اسوقت موجود نہ تھے۔ جب حضرت عباسؓ باہر سے تشریف لائے تو یہ دیکھ کر برا فروخت ہوئے اور فوراً قاضی شہر کے یہاں خلیفہ وقت پر دعویٰ کر دیا۔ اسی وقت حضرت سید الانصار ابی بن کعبؓ قاضی شہر، نے دینار کے سب سے بڑے حکمران کے نام فرمان جاری کر دیا کہ آپ کے خلاف عباسؓ بن عبدالمطلب نے مقدمہ دائر کیا ہے، اور انصاف چاہیے آپ حاضر ہو کر مقدمہ کی پیروی کریں۔

کوئی معمولی حاکم یا بادشاہ ہوتا تو اس طلبی کو اپنی توہین سمجھتا۔ مگر عسکر و عجم کا بے تاج شہنشاہ ہنایت ساوگی کے ساتھ تاریخ مقررہ قاضی شہر کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ اندرائیکی اجازت بہت دیر میں ملی۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ ہنایت مصروف تھے۔ اتنی دیر حضرت امیر المؤمنینؓ باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔

مقدمہ پیش ہوا تو پہلے حضرت عمرؓ نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اہل منصف نے رد کر دیا اور فرمایا کہ مدعی کا حق ہے کہ جہلے اپنا دعویٰ پیش کرے۔ مہربانی فرما کر آپ خاموش رہیں۔
 بات قاعدے کی تھی۔ امیر المؤمنین چپ ہو گئے۔ اور مقدمے کی کارروائی شروع ہو گئی۔

حضرت عباسؓ نے بیان دیتے ہوئے فرمایا وہ جناب میرے مکان میں پرنا لہ شروع ہی سے مسجد نبوی کی طرف تھا۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں بھی یہیں تھا، اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں بھی اسی جگہ پر رہا۔ مگر اب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اسے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے جس سے میرا نقصان بھی ہوا اور مجھے تکلیف بھی پہنچی، میری عرض یہ ہے کہ میرا انصاف کیا جائے۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا بے شک آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ فرمائیے امیر المؤمنین آپ صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

حضرت عمرؓ نے کہا وہ پرنا لہ بے شک میں نے اکھاڑ دیا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں،۔

ابی بن کعبؓ رد آپ کو دوسرے کے مکان میں اس کی جائز کے بغیر اس طرح مداخلت بیجا سے اجتناب کرنا چاہئے تھا۔
 وجہ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت عمرؓ در اے محترم ابوالطفیل، پرنا لے میں سے بعض اوقات پانی آتا تو چھینٹیں اڑ کر سنازیوں کے کپڑوں پر پڑتیں۔ ہذا لوگوں کی سہولت و آرام کے لئے میں نے پرنا لے کو اکھاڑ دیا۔ اور اس معاملے میں جہانمک میں سمجھتا ہوں کوئی نادان بات نہیں کی۔

ابی بن کعبؓ دو بولے ابوالفضل! آپ اس کے جواب میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟
حضرت عباسؓ در جناب واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے خود اپنی چھڑی مبارک سے نشانات قائم کئے اور میں نے انہیں نشانات پر اپنا مکان بنایا۔ جب مکان بن چکا تو یہ پرنا لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم سے رکھوایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے کندھوں پر کھڑے ہو جاؤ، اور یہ پرنا لہ یہاں لگا دو۔ میں نے ادباً انکار کیا۔ مگر حضورؐ نے بہت اصرار کیا۔ چنانچہ حضورؐ نے کھڑے ہو گئے اور میں نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کے کندھوں پر چڑھ کر یہ پرنا لہ یہاں لگا دیا تھا، جہاں سے امیر المؤمنین نے اکھاڑ دیا ہے۔

ابی بن کعبؓ در ابوالفضل! کیا آپ اس واقعہ کا گواہ پیش کر سکتے ہیں۔ حضرت عباسؓ در ایک روایت میں بلکہ متعدد گواہ پیش کر سکتے ہیں۔

ابی بن کعبؓ ودا چھا لائے ، اور ابھی لائے تاکہ جھگڑے کا فیصلہ ابھی ہو جائے ۔

حضرت عباسؓ باہر نکلے اور چند انصاریوں کو تلاش کر کے لائے ۔ جنہوں نے شہادت دی کہ دو ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ کو اپنے مونڈھوں پر چڑھا کر پرنا لہ نصب کرینکا حکم دیا تھا۔۔

گواہی ختم ہوتے ہی دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ جواب تک آنکھیں نیچی کئے سامنے کھڑا تھا ، آگے بڑھا ، اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگا ۔ اے ابوالفضل خدا کے لئے میرا قصور معاف کیجئے مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ نالہ یہاں لگوا یا تھا ۔ ورنہ بھول کر بھی یہ فعل ہرگز سرزد نہ ہوتا ۔ بھلا میری کیا مجال تھی کہ آنحضرتؐ کے لگائے ہوئے پرنا لے کو اکھاڑتا ۔ یہ جو کچھ ہوا لاعلمی میں ہوا ۔ اور اب اس کی تلافی اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپؐ میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر پرنا لے کو بدستور اپنی جگہ پر لگا دیں ۔

ابی بن کعبؓ دو ہاں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہما پر ابھی چاہتا ہے اور آپؐ کو ایسا ہی کرنا چاہیے ۔

تھوڑی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں کو شکست دینے والا جر نیل نہایت مسکینی کے ساتھ دیوار کے

نیچے کھڑا ہے، اور عباسؑ ان کے کندھوں پر چڑھ کر پرنا لے
 نو اسی جگہ لگا رہے ہیں۔

دنیا بھر کی تار سخیں ٹوٹ ڈالو اپنے مطاع کی ایسی اطاعت
 محبت، انصاف و عدل اور مساوات کا ایسا محیر العقول اقعہ
 تم کہیں نہیں پاؤ گے۔

جب پرنا لہ نصب ہو چکا تو عباسؑ فوراً نیچے کود بیٹھے،
 اور کہنے لگے درامیر المؤمنین! یہ جو کچھ ہوا اس حق کے لئے ہوا جو
 واقعی میرا تھا۔ اب جبکہ آپ کی انصاف پسندی کی بدولت وہ حق
 مجھے مل چکا تو میں اس بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں۔ اور نہایت
 خوشی کے ساتھ اپنے سارے مکان کو خدا کی راہ میں وقف
 کرتا ہوں کہ اسے گرا کر مسجد بنویں میں شامل کر لیا جائے تاکہ تنگی
 کی وجہ سے سنازیوں کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ ایک حد تک دور
 ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے۔

سرکاری دورہ | فاروق اعظمؓ سرکاری دورے

برتھے، جب ملک شام سے واپس آ رہے تھے، تو راستے میں ایک
 خیمہ نظر پڑا۔ شہر سے دور جنگل میں خیمہ دیکھا تو فوراً اتر پڑے،
 دل میں سوچا، شہر سے دور بسنے والے ان خستہ حال لوگوں کے
 حالات بھی ذرا معلوم کرتے چلیں، اور مجھے کئے دروازے پر پہنچے۔

دیکھا کہ ایک بڑھیا دروازے میں ملکتی پر ہاتھ رکھ بیٹھی ہو
ہے۔ چہرے کی جھڑیاں اور پیشانی کی شکنیں بتا رہی ہیں، کہ
عالم کی ماری بڑھیا زندگی کے دن بڑی تکلیف اور مصیبت میں
بتا رہی ہے۔

امیر المومنین نے بڑھیا کو سلام کیا، خبیثہ معلوم کی، اور پچھ
باتوں باتوں میں پوچھا، بڑی بی باحتیں عمر کا کچھ حال معلوم ہے،
بڑھیا تو جیسے بھری بیٹھی تھی، درجھے عمر و مر سے کیا مطلب
مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں انکا حال معلوم کروں، میرے
لئے اپنی ہی فکریں کیا کم ہیں، ہاں سنا ہے کہ شام کے سرکاری
دورے پر گئے تھے، اور اب وہاں سے واپس مدینہ جا زکیہ
روانہ ہو چکے ہیں، بڑھیا نے کچھ اس قدر بینراری کے ساتھ روک
بلکہ میں خلیفہ وقت کا ذکر کیا، کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سوچ رہے تھے۔
در بڑی بی با آخر تمام عمر سے استہزار کیوں ہو؟ امیر المومنین
نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

در میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم عمر کا قصہ کیوں لے بیٹھے۔
مجھے عمر سے کیا مطلب! میں تو ایک زمانے سے اسی طرح دیرانی
میں بے کسی اور تنگی کی زندگی گزار رہی ہوں، کبھی جو عمر نے میری
خبری ہو، اور میری غربت پر ترس کھا کر کوئی کوڑی بھجوائی
ہو۔ قیامت کے روز ہی خدا کے روبرو میرا اور اسکا انصاف ہوگا۔

بڑھیا نے اونچی آواز میں مسافر سے کہا۔

دو بڑی بی! کیا تم نے کبھی عمر کو اپنے حال کی خبر دی؟ -
 فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سنجیدگی سے سوال کیا۔

دو واہ خوب! آپ بھی خوب باتیں کرتے ہیں، میں بتاؤں
 گی انہیں اپنا حال؟ کیا زمین کے اس حصے پر ان کی حکومت
 نہیں ہے؟ کیا میرا خیمہ اسلامی حکومت کی حدود سے باہر ہے؟ کیا
 اسلامی حکمران کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنی رعایا کی خبر گیری کرے
 اور ان کی ضرورتیں معلوم کرے؟، بوڑھی خاتون جوش میں ہنسنے
 لگی۔

دو بڑی بی! تم خفا کیوں ہو رہی ہو؟ تم شہر سے اتنی دور
 اس سنسان علاقے میں رہتی ہو، عمر کو تمہارے حال کی کیا خبر؟
 آبادی سے اتنی دور رہنے والوں کا حال انہیں کیسے معلوم ہو سکتا
 ہے! ہاں تمہاری پریشانیوں کا حال معلوم ہونے کے بعد اگر وہ
 غفلت کرتے اور تمہاری ضرورتوں کا خیال نہ کرتے تو واقعی
 وہ خطا کار تھے،، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بڑھیا کو سمجھاتے ہوئے بڑے
 نرم لہجے میں کہا۔ دو ماشار اللہ آپ تو سمجھدار آدمی ہیں۔ آپ یہ
 کیسی نادانی کی باتیں کر رہے ہیں! میں کہتی ہوں کہ اگر عمر اتنی
 دور کے حالات کی اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے خبر نہیں
 رکھ سکتے تو پھر اس علاقے کو انہوں نے اسلامی حدود میں ضامن نہ رکھا تھا

اپنی حکومت کی حدود وہیں تک رکھیں جہاں تک کی خبر گیری وہ کر سکتے ہوں۔۔۔ بڑی بی بی بڑی جرأت کے ساتھ اپنی بات فاروق اعظمؓ کو سمجھائی۔

امیر المؤمنینؓ بڑھیا کی کھری کھری باتیں بڑے صبر کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ان کی چیخ نکلی گئی۔ ان کی آنکھیں سنسنے لگیں، دیر تک روتے رہے۔ جب کافی دیر کے بعد دل کچھ ہلکا ہوا تو بڑھیا سے بولے وہ بڑی بی بی! تم نے سچ کہا، اور سواری پر بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے بھر بڑھیا کے الفاظ ان کی زبان پر تھے، وہ اپنی حکومت کے حدود وہیں تک رکھیں جہاں تک خبر گیری وہ کر سکتے ہوں۔ راستے بھر ہی سوچتے رہے، بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکتے رہے اور ان کی پریشانی بڑھتی رہی، وہ چاہتے تھے کہ پل بھر میں نہ سننے پہنچ جائیں ایسا نہ ہو کہ اپنا فرض ادا کرنے سے پہلے موت کا پیغام آجائے، خدا نے ان کی سن لی، وہ مدینے پہنچے تو سب سے پہلے اس بڑھیا کی ضرورتوں کی طرف توجہ فرمائی، اور پھر سکون کا سانس لیا تو بے اختیار خدا کے حضور سجدے میں گر گئے کہ اس نے اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

بڑائی کا معیار | جبکہ غسانی ایک عیسائی دانش

نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور دربار میں حاضری کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی اور جبکہ اپنے قبیلے کے پانچ سو آدمیوں کو لے کر شاہانہ شان کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ اور آدمی بھیج کر امیر المؤمنینؓ کو اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو تحفے تحائف دے کر استقبال کے لئے بھیجا اور جبکہ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ استقبال کرنے والے لوگ جب جبکہ کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً حکم دیا کہ مدینہ میں داخلے کی تیاریاں شروع کر دی جائیں۔ چنانچہ فوراً تیاریاں شروع ہو گئیں۔ جبکہ نے بھی اپنا بیش قیمت جواہرات سے سجھا ہوا شاہی تاج پہنا اور اس کے آدمیوں نے بھی ریشمی وردیاں پہن کر ہتھیار لگائے اور گھوڑوں کو قیمتی باروں سے سجایا۔ اور جبکہ شاہی کرد فر کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔

امیر المؤمنینؓ نے بڑی شفقت و احرام کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اور دستار کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ کچھ روز کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کو جانے لگے۔

توجہ دے کر بھی ساتھ ہو لیا۔ اور حج کے ارکان ادا کرنے میں لگ گیا۔ حج ہو رہا تھا اور خانہ کعبہ کے گرد حاجی دوڑ رہے تھے۔
 فِضَا اللّٰہِمْ لِبَيْتِکَ کی روحانی صداؤں سے گونج رہی تھی،
 امیر و غریب، بادشاہ و رعایا، سب ہی ایک لباس پہنے ہوئے،
 خانہ خدا کے چاروں طرف پروانوں کی طرح چکر لگا رہے تھے۔
 سب ایک خدا کی غلامی کے کٹھے میں سرشار دوڑ رہے تھے۔ اتفاق
 کی بات بنی فرازہ کے ایک غریب آدمی کا پیر جبکہ کے ڈھیلے ڈھالے
 تہبند میں الجھ گیا۔ اور تہبند جھٹکے سے کھل گیا۔

جبکہ کی پیشانی پر شہا ہی غرور کی عکسین نمودار ہوئیں۔ ایک
 عام آدمی کی یہ گستاخی برداشت نہ کر سکا۔ اور غصے میں اس کی
 ناک پر ایسا گھونسا مارا کہ بیچارے کی ناک کا پانسہ ہی ٹوٹ
 گیا۔

مظلوم درد سے کراہتا امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں پہنچا، اور
 اپنی مظلومی کا حال سنا کر انصاف کی درخواست کی۔

امیر المؤمنینؑ نے اسی وقت جبکہ کو اپنے حضور طلب کیا جبکہ
 حاضر کئے گئے، اور اسلامی عدالت قائم ہو گئی۔

امیر المؤمنینؑ نے جبکہ سے مخاطب ہو کر (بنی فرازہ کا یہ بددھرم
 ظلم کی شکایت کرتا ہے۔ کہو تم کیا کہتے ہو؟
 جبکہ: رتن کرہی ہاں نہیں ہے اس بددھرم کو اسکی گستاخی کی سزا دی ہے،

اس گستاخ نے میری تہ بند پراپنا پاؤں رکھ دیا اور وہ کھل گیا، وہ تو بیت اللہ کے احترام میں، میں نے صرف اس کی ناک توڑی اگر کوئی اور جگہ ہوتی تو میں اپنی تلوار سے اس کے ڈونگے کر دیتا۔

امیر المؤمنین (وقار اور اطمینان کے ساتھ) اچھا تو بات فرماتا ہے، تم کو اپنے قصور کا اعتراف ہے، اب یا تو تم کچھ بے دلا کر کسی طرح اس مظلوم بدو کو راضی کر لو۔ ورنہ میں تم سے اس قصاص لوں گا۔

جبکہ (ذرا اگرتے ہوئے) بھلا میرا قصاص میں آپ کیا کریں گے؟ امیر المؤمنین (رد و لٹوک فیصلہ سناتے ہوئے) میں تمہارا ناک توڑنے کا حکم دوں گا۔ جیسے تم نے اس غریب بدو کی ناک توڑی ہے۔

جبکہ حیثیت سے بوکھلا گیا۔ اور بولا: امیر المؤمنین یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کہاں وہ معمولی بدو اور کہاں ہیں۔ میں بنو عثمان جیسے قبیلے کا بادشاہ ہوں۔ ہزاروں افراد غلاموں کی طرح میرے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ بھلا ایک معمولی بدو اور بادشاہ کی ناک برابر ہو گئی۔ آپ کا فیصلہ سن کر تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

امیر المؤمنین رضی نے فیصلہ کن انداز میں کہا: اب اس گھٹو حکمران کو نہیں

میرا بے لاگ فیصلہ یہی ہے کہ یا تو اسے راضی کر لو، ورنہ قصاص میں ہتھاری ناک بھی توڑی جائیگی۔ اسلام نے تم کو اور اس بدو کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا ہے۔ سب کی غلامی سے نکال کر صرف ایک کا غلام بنا دیا ہے۔ تم بھی خدائے بندے ہو اور وہ بدو بھی۔ اسلام کی نظر میں تم دونوں برابر ہو، یہاں بڑائی کا معیار نہ دیتا ہے اور نہ بادشاہی، یہاں بڑائی کا معیار صرف نیکی اور خدا ترستی ہے۔ جبکہ یہ بے لاگ فیصلہ سنکر ششدر رہ گیا اور بولا۔ اچھے مجھے آج کی رات سوچنے کا موقع دیجئے۔ اور رات ہی میں وہ ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔

باطنی اشارہ

اینٹ چونے اور مٹی کے ڈھیر سے قمار خانہ بنتا ہے اور اسی سے عمارت خانے کی تعمیر کی جاتی ہے۔۔۔ دونوں اسی زمین پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اور ایک ہی طرح اور ایک مسالے سے انکو بنایا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ عمارتیں بن کر تیار ہو جاتی ہیں تو ایک عمارت کو لوگ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور دوسری عمارت میں جا کر بڑے احترام سے سجدے کرتے ہیں۔ یہ بھی مٹی کا ڈھیر ہے اور وہ بھی مٹی کا ڈھیر تو ایک کیوں مقدس سمجھاتا ہے اور دوسرا کیوں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ان کی عظمت و ذلت کے راز پر جب تم غور کرو گے تو پتہ چلے گا کہ ایک کو جہاں پر ستار ان حق کی موجودگی نے قابلِ احترام بنا دیا ہے وہاں دوسری کو اذیات و باشوں اور بد معاشوں کی صحبت نے رُسوا کر دیا ہے۔

اے گوشت اور پوست کے ڈھیر انسان تیری حالت بھی ان عار توں جیسی ہے۔ اگر تیرے دل و دماغ میں پاک خیالات ہیں تو دنیا تجھے احترام کی نظر سے دیکھے گی، اور اگر تو نفسانی خواہشات کا غلام بن گیا ہے تو تجھے ذلت کی نظر سے دیکھا جائیگا۔ اب تجھے اختیار ہے کہ خواہ ذلت حاصل کر یا اپنے آپ کو احترام کے لائق بنائے۔

عالم کی وقعت

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے لڑکے

دو محلہ دار، ایک استاد سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ جب جمادِ ثانی سورہ فاتحہ ختم کرنی تو امام ابو حنیفہؒ نے استاد کی خدمت میں ایک ہزار درہم بھجوائے۔

استاد کو بہت تعجب ہوا کہ میں نے کونسا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جو امام صاحب نے مجھے ایک ہزار درہم بھجوائے۔

امام ابو حنیفہؒ کو معلوم ہوا تو مدح و ثناء کے استاد کے پاس پہنچے اور فرمایا، حضرت آپ نے میرے بیٹے کو جو سکاھیا ہے

اس کی قیمت تو ساری دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔ خدا کی قسم اگر
میسگر پاس اور دولت ہوتی تو وہ بھی میں آپ کی خدمت میں
پیش کرتا اور خوشی محسوس کرتا۔

مکروفتب

بچوں کو بہلانے پھسلانے کے
لئے کسی چیز کا وعدہ کر لیتے ہیں جب بچے بہل جاتے ہیں تو اسے
بچوں کو بہلانے کا فن سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اپنی معصوم اولاد
کے ساتھ مکروفتوب اور جھوٹ ہے۔ بچے بھی اپنے والدین کے
اس حرکت سے متاثر ہو کر وہ بھی اسی طرح جھوٹ بولنے لگتے
ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہے:
”وہ جو شخص اپنے بیٹے یا بچے کو بلانے جیسے اسے کوئی چیز
دے رہا ہے۔ پھر نہ دے تو یہ جھوٹ لکھا جائے گا۔“
سنن ابن ماجہ میں اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

”یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ جھوٹ ہوا۔“
علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص جانور کو بلانے اور قابو
میں کرنے کیلئے اس طرح ہاتھ پھیلائے یا دامن سمیٹے کہ جسا نور
سمجھے کہ کھانے کی کوئی چیز مل رہی ہے اور وہ اسکی جیسے قابو میں ہے

تو ایسا کرنا جائز کے دھوکہ بازی اور فریب کاری ہے۔

احترامِ حدیث

حضورِ ام الملت ایک مرتبہ حضور کی حدیث مبارک بیان فرما رہے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ کسی تکلیف کے باعث زرد ہو رہا ہے اور آپ بڑے بے چین ہو رہے ہیں۔ باوجود اس کے آپ نے حدیث کا درس ترک نہ فرمایا۔ جب بیان ختم فرما چکے تو آپ نے قمیص اتاری۔ قمیص میں سے ایک کچھو نکلا۔ کچھو نے چھہ دفعہ حضرت امام کو ڈنک مارا تھا۔ حضرت امام نے فرمایا بیان حدیث کے دوران کچھو ڈنک مار رہا تھا۔ لیکن احترامِ حدیث کے پیش نظر میں نے درس نہ چھوڑا۔

دین و دنیا کی دولت

یہیم بچے کی ماں نے اپنے نو عمر لڑکے کو ایک ٹھٹھیرے کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ بھیا اس لڑکے کو تمہارے یہاں بٹھا رہی ہوں کہ کچھ سیکھ لے تو آمدنی کا کچھ سہارا ہو جائے۔

اور یہ نو عمر یتیم ٹھٹھیرے کے یہاں کام سیکھنے کے لئے جانے لگا۔ ٹھٹھیرے کے دوکان کے قریب ہی ایک بوڑھے بزرگ کچھ لوگوں کو بڑھایا کرتے تھے۔ یہ یتیم بچہ بھی جانے لگا۔

وہاں چند دن بیٹھنے کے بعد اس نو عمر کا جی ٹھٹھیرے کے کام سے اچھا ہو گیا۔ گھر سے ٹھٹھیرے کی دوکان پر بیٹھنے کے لئے نکلتا اور جا کر مدرسے میں بیٹھ کر شوق سے پڑھتا۔ بچے کا شوق دیکھ کر استاد بھی خاص طور پر توجہ کرنے لگے۔

کچھ دنوں کے بعد لڑکے کی ماں کو معلوم ہوا کہ اس کا لڑکا ٹھٹھیرے کی دوکان پر بیٹھنے کے بجائے قریب کے مدرسے میں پڑھنے بیٹھ جاتا ہے بہت گھبرائی فوراً اٹھی اور مدرسے پہنچ کر اپنے لڑکے کو لے آئی اور سمجھایا بیٹھے تمہارے باپ کا انتقال ہو چکا ہے، تم ہی میری زندگی کا سہارا ہو، تمہیں اپنا مستقبل خود ہی بنانا ہے، اگر کچھ کام سیکھ لو گے تو کچھ کمانے کی امید ہو جائے گی۔

مگر بیٹے کو علم کی چاٹ لگ چکی تھی، وہ روز کسی نہ کسی طرح مدرسے جانے کا موقع نکال ہی لیتا۔ ایک دن جب ماں سے رہا نہ گیا تو وہ غصے میں بھری ہوئی مدرسہ پہنچی، مدرسے کے بزرگ استاد کو سخت کُست کہا۔ اور کہنے لگی بڑے میاں تم نے میرے بیٹے کو جو پٹ کر دیا، ارے میں کہتی ہوں یہ بے باپ کا بچہ اگر کچھ سیکھ لے تو مزدوری کر کے کچھ کما لیا کرے گا۔ اور تم اسے کتابوں میں لگا کر برباد کر رہے ہو، تمہیں اس بیٹم بچے کی غربت پر ذرا بھی رحم نہیں آتا۔

استاد مسکراتے رہے اور بولے بڑی بی! خفا کیوں ہوئی
 ہو، تمہارا بچہ یعقوب پڑھ لکھ کر سوکھی روٹی کمانے کی بجائے
 روغنِ پستہ کا فالودہ کھایا کرے گا۔
 بڑھیا گنبر اگئی اور غصے میں مدرسے سے باہر نکل گئی۔
 باہر تک کر بولی، یہ بوڑھا تو سٹھیا گیا ہے۔ ہوش کثرت ہی نہیں
 کرتا۔

یعقوب نہایت ذوق و شوق اور محنت سے پڑھتے رہے،
 یہاں تک کہ انکے علم و فضل کو دیکھ کر ہارون الرشید نے ان کو
 قاضی القضاۃ کے عہدے پر مقرر فرمایا۔
 یعقوب ایک دن کا قصہ خود ہی سناتے ہیں کہ میں خلیفہ کے
 دربار سے اٹھ کر جانے لگا تو بولے امام ابو یوسف ذرا ٹہریے۔
 آج ہمیں ہمارے ساتھ کھانا کھائیے۔ ہم نے آج خاص طور
 پر آپ کے لئے ایک نہایت ہی لذیذ چیز تیار کرائی ہے۔
 امیر المؤمنین، کیا خاص چیز تیار کرائی ہے؟ میں نے
 دریافت کیا۔

امام صاحب! آج ہم نے آپ کے لئے روغنِ پستہ کا فالودہ
 تیار کرایا ہے۔ امیر المؤمنین نے جواب دیا۔
 در روغنِ پستہ در کا نام سن کر بے اختیار مجھے ہنسی آگئی۔
 مجھے اس طرح بے اختیار ہنسنے دیکھ کر امیر المؤمنین نے وجہ پوچھی۔

میں ٹالتا رہا، مگر خلیفہ اصرار کرتے رہے۔ آخر کار مجبور ہو کر میں نے انہیں بتایا کہ لڑکپن کا واقعہ مجھے یاد آگیا۔ میری ماں ابو حنیفہؒ کو بڑا بھلا کہہ رہی تھیں۔ اور کہہ رہی تھیں کہ تم نے اس بچے کو کتا بول میں ابھھا کر جو پٹ کر دیا ہے۔ کچھ کام سیکھ لیتا تو کئی کر لے آیا کرتا۔ امام ابو حنیفہؒ جھسکاتے رہے، پھر بولے بڑی بی خفائیوں ہوتی ہو، تمہارا بچہ بڑھ لکھ کر روغنِ پستہ کا فالودہ کھایا کرے گا۔ اور میری ماں غصے سے باہر نکل گئیں۔ آج جب اپنے فرمایا کہ تمہارے لئے خاص طور پر روغنِ پستہ کا فالودہ تیار کرایا ہے تو مجھے امام صاحب اور اپنی والدہ کا یہ سارا قصہ یاد آگیا۔

خلیفہ نہایت حیرت اور دلچسپی سے یہ سارا قصہ سننے رہے، سچ ہے، علم، دین و دنیا کی دولت ہے، پھر امام ابو حنیفہؒ کے لئے دعا کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ جو کچھ سر کی آنکھوں سے نہ دیکھ پاتے تھے وہ دل کی آنکھوں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

سربانندی کا راز | کاغذ کا ایک معمولی پرزہ جس کی کوئی حقیقت نہ تھی جب اس پر کلامِ الہی کی آیت لکھ دی گئی تو اس کی عظمت کس قدر بڑھ گئی۔ ایک پتھر کے بے حقیقت ٹکڑے کو تراش کر جب مسجد کے محراب میں لگا دیا گیا۔

تو اسے کیسی سر بلندی حاصل ہو گئی۔ ایک ادنیٰ اسی لکڑی کو جب ایک خدا رسیدہ بزرگ کے عصا بننے کی سعادت حاصل ہو گئی تو لوگ اسے آنکھوں سے لگانے لگے۔ ایک ٹاٹ کا ٹکڑا۔ جب مسجد کا فرش بن گیا تو اس پر سجدے ہونے لگے اور اسے وہ عظمت حاصل ہو گئی جو قیامت تک کسی معمولی فرش کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس طرح یہ حقیر چیزیں باعث عظمت بن سکتی ہیں اسی طرح حقیر سے حقیر انسان بھی قابل تعظیم و تکریم بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے اندر کوئی باطنی جوہر پیدا کر سکے۔

ماضی اور حال

کسی بھی عنصر کو اس وقت تک یاد رکھتا ہے جب وہ حال پر بھی اثر انداز ہو رہا ہو۔ وہ لوگ جو حال سے غیر متعلق ہو چکے ہوں، یاد دہروں کے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے و بک کر بیٹھ گئے ہوں ان کا ماضی صرف دینا تذکرہ مورخ کے پاس امانت رہ جاتا ہے نئی نسلیں ان کی عظمت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ شاندار ماضی کے تصور میں کھوئے ہوئے رہنا اور حال سے بے خبر رہنا ایک ایسا جرم ہے جسے زمانہ معاف نہیں کرتا، حال سے بچنے آزما ہونے کا حوصلہ پیدا کیجیے، تب ہی ماضی کی تابناکیاں آپ کے لئے فخر و مستر کا سامان بنیں گی۔

کامیاب تجارت

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ نے کاروبار کے لئے حضرت کو بچاس ہزار کی رقم دی۔ حضرت نے یہ رقم لی اور تجارت کا سامان خریدنے کے بجائے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ دور ملکوں کے سفر کئے۔ بڑے بڑے عالموں کی صحبت میں رہے، ان سے فیض حاصل کیا اور حدیث رسولؐ کے دفتر کے دفتر جمع کئے۔ جب رقم ختم ہو گئی تو گھر واپس آئے۔ حضرت مبارکؐ خوش تھے کہ بیٹے نے دور دراز کے سفر کئے ہیں۔ بہت کچھ کمایا ہو گا۔ بیٹے سے پوچھا، بیٹے! تجارتی سفر کیسا رہا، کیا کچھ کما کر لائے ہو؟

ایک ایسی دولت کما کر لایا ہوں جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ سعادتمند بیٹے نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ ختم نہ ہونے والی دولت کو نسی ہے بیٹے؟ حضرت مبارکؐ نے تعجب سے پوچھا۔

ابا جان! لوگ تو ایسی تجارتوں میں اپنی رقمیں لگاتے ہیں جن کا نفع بس اسی دنیا میں ختم ہو جاتا ہے، لیکن میں نے ایک ایسی تجارت میں اپنی رقم لگائی ہے جس کا نفع دونوں جہاں میں ملے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔

بیٹے کی یہ سمجھداری دیکھ کر باب کو بہت خوشی ہوئی، پوچھا
بیٹے بتاؤ تو سہی وہ کون سی ختم نہ ہو نیوالی دولت ہے جو تم کما کر
لائے ہو؟۔

حضرت عبداللہؓ نے حدیث کے دفتروں کی طرف اشارہ
کر کے کہا ابا جان یہ ہے وہ دونوں جہاں میں نفع دینے والی
دولت۔ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا خزانہ۔
میں نے اسی خزانے کو حاصل کرنے میں اپنی ساری دولت لگا دی
حضرت مبارکؓ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ آنکھوں میں
خوشی کے آنسو تیرنے لگے، بیٹے کو گلے سے لگایا، دعائیں دیں۔
اللہ کا شکر ادا کیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد بیٹے کو تیس ہزار کی رقم اور دیکڑے
بیٹے یہ رقم اور لو۔ اور اگر تمہاری کامیاب تجارت میں کوئی کمی
رہ گئی ہو تو اس رقم سے اسے بھی پورا کر لو۔

کسی شخص نے ابراہیم ادہمؒ سے مشورہ طلب
کیا کہ میں کس طرح اپنے گناہوں سے نجات
پاؤں۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے اسے اسکی برائیوں پر نہ تو لعنت
لامت کی اور نہ ہی اس سے ایکدم یہ کہا کہ تم برائیوں کو بیکسر چھوڑ
دو، بلکہ اس سے کہا کہ تم جو کچھ کرتے ہو کرو لیکن میری چند
باتیں نوٹ کر لو۔ اگر تم نے ان پر عمل کیا تو امن میں رہو گے۔

موثر طرز تعلیم

اس شخص نے کہا، فرمائیے؟
حضرت ابراہیم ادہمؑ نے کہا، جب بھی تم کوئی گناہ کرو تو
خدا کا رزق نہ کھاؤ۔

شخص: رزق دینے والا خدا ہی ہے۔ اگر میں اس کا رزق نہ
کھاؤں تو پھر مجھے کہاں سے ملے گا میں تو بھوکا مرجاؤں گا۔
حضرت ابراہیم ادہمؑ: یہ تو کوئی اچھی بات نہیں کہ خدا کا دیا
رزق بھی کھایا جائے اور اسکے احکامات کی خلاف ورزی بھی
کی جائے۔

دوسری بات یہ کہ تم جس وقت گناہ کرنے کے موڑ میں ہوا
کرو تو خدا کی زمین سے نکل کر کہیں اور کیا کرو۔

شخص: مشرق سے مغرب، جنوب سے شمال تک، آسمان تا زمین
سب کچھ تو خدا کا ہے میں اس کا باہر کہاں جا سکتا ہوں ذرا یہ تو بتائیے؟
حضرت ابراہیم ادہمؑ: یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ کہ خدا کا رزق
بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کی دنیا سے نکل بھی نہیں سکتے۔ اور اس
کی مرضی پر عمل بھی نہیں سکتے۔ سو بھو!

تیسری بات جو میں تم کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم
کوئی بھی گناہ کرو لیکن کسی ایسی جگہ جہاں تم پر خدا کی نظر نہ پڑ سکے۔
شخص: جناب! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایسا کیسے ممکن ہے
جو ہستی ظاہر تو ظاہر باطن تک بھی نظر رکھتی ہو۔ حال تو حال ہے۔

مستقبل تک جس سے پوچھیدہ نہ ہو، اس کی نظروں سے بچ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے؟

حضرت ابراہیم ادہمؑ میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آتی۔ خدا کا دیا ہوا کھانا، خدا کے ملک میں رہو اور خدا کی نافرمانی کرو اور وہ بھی اس کے سامنے۔ یہ بندگی کب ہوئی ڈھٹائی ہو گئی۔ خیر یہ نین باتیں نہیں کر سکتے۔ تو چوتھی مانو۔ ایسا کرنا کہ جب موت کا فرشتہ تمہاری روح قبض کرنے آئے تو اس سے توبہ کرنے کیلئے کچھ وقفہ کی مہلت مانگ لینا۔

شخص: آپ تو ایسی باتیں بتا رہے ہیں جو میرے قبضے کی تو کیا کسی کے بس کا روگ نہیں۔ موت کا فرشتہ مجھے مہلت دیدیگا۔ ارے صاحب، اس نے کسی کو مہلت دی ہے۔ وہ تو میری بات کبھی بھی نہ سنے گا اور ایک لمحے کی مہلت بھی نہ دے گا۔ کوئی ایسی بات بتائیے جس سے میری نجات ہو سکے۔

حضرت ابراہیم ادہمؑ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم موت کے فرشتے سے مہلت بھی نہ لے سکو گے۔ تمہیں اتنی بھی طاقت نہیں؟ تو پھر کیوں اس مہلت سے ناامید نہ ہو؟ اچھا چلو یہ نہیں پھر کم از کم اتنا ہی کر لینا کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں اور تم سے سوالات کریں تو تم انہیں اپنے قریب مت آنے دینا۔

شخص: جناب یہ بھی ناممکنات میں سے ہے۔ - - -

ان منکر نیکروں پر میرا حکم کیسے چل سکتا ہے؟
حضرت ادہیمؑ؟ جب یہ بھی ہمتا رہے بس کی بات نہیں تو پھر
تم پر واجب ہے کہ منکر نیکر کے سوالات کے جوابات تیار کر لو تاکہ
انکے سامنے شرمندگی نہ ہو۔

اگر تم یہ بھی نہیں کر سکتے تو قیامت کے دن جب خدا گناہگار
افراد کو دوزخ میں ڈالنے کا پروگرام تکمیل دے رہا ہو اور تم بھی
اس لپٹے میں دوزخ کے مستحق قرار پا جاؤ تو تم دوزخ میں جانے
سے کھلے عام انکار کر دینا۔ کہہ دینا کہ، میں دوزخ میں نہیں جاتا۔
شخص! میرے منع کرنے سے کیا ہو گا۔ مجھے خبر اچھی ہے یا جیسا۔
حضرت ابراہیمؑ ادہیمؑ؟ پھر تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں
کہ تم برائیوں سے باز آ جاؤ۔

لوگ کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے توبہ کر لی۔ اور صراطِ مستقیم پر
لگ گیا۔

امام طبرانی، امام ہیثمی وغیرہ
سے روایت ہے کہ حضرت علقمہؓ
ناظرانی کا وبال

ناز، روزہ، صدقہ وغیرہ کے بڑے پابند تھے۔ جب مرض الموت
میں شدید علامات میں مبتلا ہوئے تو انکی بیوی نے نزعِ نفیس
کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپؐ نے عمار بن یاسرؓ
حضرت بلالؓ و صہیبؓ کو بھیجا کہ حسبِ موقع کلمہ شہادت کی تلقین فرما

ان حضرات نے تلقین کیا، مگر انکی زبان سے کلمہ ادا نہ ہوا۔
جب یہ بات بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ
نے دریافت فرمایا کہ انکے ماں باپ زندہ ہیں کہ نہیں۔ پتہ چلا
کہ صرف ماں زندہ موجود ہے۔ بنی اکرم نے اطلاع کرائی کہ میں
آپ سے ملنے کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ بوڑھی ماں نے کہا آنحضرت
تکلیف نہ فرمائیے میں خود حاضر ہو رہی ہوں۔

فقوڑی دیر میں بڑھیا ڈنڈا ٹیکتی ہوئی آئی۔ سلام و جواب کے
بعد آپ ﷺ نے بوڑھی ماں سے پوچھا کہ علقمہ کی ماں سچے سچ بتاؤ
کہ علقمہ کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کہ وہ بڑا سناڑی، بڑا روزہ دار، اور بڑا بخیر ہے۔ البتہ میں
اس سے ناراض رہتی ہوں۔ بنی اکرم نے فرمایا آپ کیوں ناراض
رہتی ہیں۔ جواب دیا:

اے اللہ کے رسول وہ اپنی بیوی کو مجھ پر ترجیح دیتا تھا
اور میری نافرمانی کرتا تھا۔ اب آج سے نے فرمایا اداے علقمہ کی
ماں آپکی ناراضگی کی وجہ سے اس کی زبان سے کلمہ شہادت
ادا نہیں ہو رہا ہے اس کا خاتمہ ایسا کرنا ہوگا، یہ کہہ کر آپ ﷺ
نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور بہت سی لکڑیاں جمع
کر کے ان میں آگ لگا دو۔ جب آگ خوب تیار ہو جائے تو
علقمہ کو اس میں ڈال دو۔

علقہ رحم کی ماں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ یہاں سے برداشت کر نہیں سکتی۔ آنحضرتؐ صہلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کا عذاب تیرے ناخوشی کی وجہ سے بہت سخت ہوگا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ خدا اسے بخش دے تو راضی ہو جا، اور اس کی غلطیوں کو معاف کر دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے علقہ رضی اللہ عنہ اپنے نماز روزہ اور صدقے سے کچھ فائدہ اٹھا نہیں سکتا جب تک تو اس سے ناراض رہے گی۔

یہ سنکر ماں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اس کے بعد کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تو علقہ رضی اللہ عنہ کی زبان کھل گئی اور کلمہ شہادت ادا ہو گیا۔ حضور صہلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علقہ رحم کی ماں کی ناخوشی نے انکی زبان کو ادائے شہادت کا موقع نہ دیا اور جب وہ راضی ہو گئیں تو انکی زبان کو ادائے شہادت کا موقع مل گیا۔

حضرت ربیعہ رانیؒ مدینہ کے ایک مشہور عالم تھے امام مالکؒ کے قابل فخر استاد تھے۔ ربیعہ رانیؒ جب مسجد نبویؐ میں درس دیا کرتے تھے تو بڑے بڑے علماء اس درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت امام مالکؒ نے اپنے شاگردوں کو آپ کے استاد کی تعلیم کا بڑا ہی دلچسپ قصہ سنایا۔

فرمایا حضرت ربیعہ رانیؓ کے والد فروخؓ کو خراسان میں تھے۔ ایک بار جب وہ جنگی سپاہیوں کے ساتھ خراسان کی جنگ میں جانے لگے تو اپنی بیوی کو خراج کے لئے تیس ہزار اشرفیاں دیتے گئے۔ اس وقت حضرت ربیعہؓ ماں کے پیٹ میں تھیں۔ باپ کے جانے کے بعد حضرت ربیعہؓ پیدا ہوئے۔ انکی امی بہت نیک اور دیندار بنی بی تھیں۔ دین کے علم سے انہیں بڑی دلچسپی تھی۔ ان کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ انکا بیٹا علم کے آسمان پر سوزج بن کر چمکے۔ چنانچہ اس نیک بنی بی نے اپنی ساری دولت حضرت ربیعہؓ کے پرٹھانے میں صرف کر ڈالی، اور خود موٹا چھوٹا بہن کر گزارا کیا۔ خدا کے فضل کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں حضرت ربیعہؓ نے فقہ و حدیث میں کمال حاصل کر لیا۔ اور خدا کی مہربانی سے انہیں وہ درجہ حاصل ہوا کہ بڑے بڑے اہل کمال مسجد نبویؐ میں ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے انکی مجالس میں جمع ہونے لگے۔ اتفاق کی بات کہ حضرت فروخؓ کو خراسان میں زیادہ دنوں تک ٹھہرنا پڑا۔ پورے ۷۲ سال کے بعد گھر واپس آئے۔ گھر میں بیوی سے ان دنوں کے حالات پوچھتے رہے، باتوں باتوں میں خراج کا ذکر بھی آیا جو چھ تیس ہزار دینار ہیں کیا بچاؤ۔ بیوی نے کہا آپ فکر نہ فرمائیں۔ وہ سب اشرفیاں محفوظ ہیں۔ میں نے حفاظت سے ایک زمین میں سب اشرفیاں دفن کر دی ہیں۔

آپ پہلے مسجدی بنویں میں نماز پڑھ آئیے تو پھر میں آپکو بتاؤں۔
حضرت فروغ رحمہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے۔ نماز کے بعد
انہوں نے دیکھا کہ ایک مجلس میں بڑے بڑے علماء جمع ہیں۔ ان
کے بیچ میں مسند درسی پر ان کے پیارے بیٹے حضرت ربیعہ تشریف
فرما ہیں۔ خوشی کی انتہا نہ رہی دوڑے دوڑے گھر آئے بیوی
کو سارا قصہ سنایا اور دیر تک خدا کا شکر ادا کرتے رہے، نیک
بیوی بھی خدا کا شکر ادا کرتی رہیں۔ پھر کہنے لگیں ابو ربیعہ! یہ
بتائیے تیس ہزار اشرفیاں زیادہ عزیز ہیں یا ایسا انمول بیٹا۔
حضرت فروغ رحمہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جھلک پڑے۔
کہنے لگے ام ربیعہ! تیس ہزار اشرفیاں!۔ ایسے بیٹے کی قیمت تو
سارے جہاں کی دولت بھی نہیں ہو سکتی!۔

ام ربیعہ کا چہرہ خوشی سے دکھ اٹھا۔ کہنے لگیں وہ بھی وہ
زمین ہے جسمیں میں نے تمہاری تیس ہزار اشرفیاں دفن کی ہیں!

میرا اور پتھر | زمین کی ہتھ میں رنگ رنگ کے پتھروں کا
انبار دبا ہوا ہے۔ ان پتھروں میں ایسے ناکارہ پتھر بھی ہیں جنہیں کئی
دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھتا، اور ایسے قیمتی پتھر بھی ہیں جنکو حیرت
کہا جاتا ہے اور جنکی قیمت لاکھوں روپے ہے۔
قدرت کی عجیب کرشمہ سازی ہے وہ انسانی بن سے جواہرات بھی۔

پیدا کرتی ہے اور ناکارہ پتھر بھی مگر دونوں میں کتنا فرق ہے۔
میری یہ بات سنکر ایک غیبی آواز نے کہا:

دو اے نابصیح انسان تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے اور پتھر
کی اصل اور ابتدا ایک ہی ہے۔ دونوں زمین کی بطن سے پیدا ہوئے
ہیں۔ مگر جو کنگرا اور پتھر آفتاب کی نوری شعاعوں کو جذب کر لینے کی
صلاحیت رکھتے ہیں وہ جو اہرات بنجاتے ہیں اور جو اس صلاحیت
سے محروم ہیں وہ پتھر کے پتھر ہی رہتے ہیں۔
پھر اس غیبی آواز نے کہا:

در بالکل یہی حالت انسان کی بھی ہے۔ چنانچہ جو انسان اپنے
دل و دماغ کو روشن کر لیتے ہیں وہ صحیح معنوں میں انسان بنجاتے ہیں۔
اور جو اس سے محروم رہتے ہیں وہ انسان کہلانے کے باوجود جانور
ہی رہتے ہیں۔ قدرت نے انسان کو بڑی صلاحیت عطا کی ہے۔
اگر وہ اس صلاحیت سے فائدہ اٹھاتا ہے تو امیر بن جاتا ہے۔
ورنہ پتھری رہ جاتا ہے۔

کیا تو نے حج کیا ہے؟

ایک شخص حج سے واپس آکر
حضرت جلیل القدر سے ملا

تو اپنے اس سے پوچھا تو کہاں آتا ہے؟ اس نے کہا میں حج کے لئے
گیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے حج کیا ہے؟

اس نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا شروع میں جو تو اپنے گھر سے باہر نکلا اور وطن کو چھوڑا تو کیا سب گناہوں کو بھی چھوڑا؟ اُس نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو، تو نے وطن سے سفر نہیں کیا۔ پھر اپنے پوچھا کہ جب تو گھر سے نکلا اور ہر منزل پر رات کے وقت مقام کیا تو کیا تو نے اس مقام میں طہیق حق سے بھی کچھ قطع کیا؟ اُس نے جواب دیا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ تو نے منزلیں طے نہیں کیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ جب تو نے میقات پر احرام باندھا تو کیا تو نے اپنی صفا بشری سے ایسا ہی جدا ہوا جیسا کہ اپنے کپڑوں اور عادتوں سے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تو نے احرام نہیں باندھا۔ پھر پوچھا کہ جب تو عرفات کے میدان میں کھڑا ہوا تو کیا کشف و مشاہدہ حق میں بھی تجھے کھڑا ہونا حاصل نہیں ہوا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تو عرفات میں کھڑا نہیں ہوا۔ پھر پوچھا کہ جب تو مزدلفہ میں گیا اور تیری مراد حاصل ہو گئی تو کیا تو نے سب نفسانی مرادوں کو ترک کر دیا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو مزدلفہ بھی نہیں گیا۔ پھر پوچھا جب تو نے بیت اللہ کا طواف کیا تو کیا تو نے باطن کی آنکھ سے تشریبہ کے مقام پر حضرت حق سبحانہ کے جمال کے لطائف کو بھی دیکھا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تو نے طواف بھی نہیں کیا۔ پھر پوچھا جب تو نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا تو نے صفا و مروہ کا درجہ معلوم کر لیا؟

اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے سعی بھی نہیں کی۔ پھر پوچھا کہ جب مٹی میں آیا کیا تیری آرزوئیں تجھ سے ساقط ہو گئیں؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو ابھی مٹی میں نہیں گیا۔ پھر پوچھا کہ جب تو قربان گاہ میں آیا اور قربانی کی تو کیا تو نے اپنی نفسانی خواہشات کی قربانی کی؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے قربانی بھی نہیں کی۔ پھر پوچھا کہ جب تو نے کنکریاں پھینکیں تو کیا جو کچھ تیرے ساتھ نفسانی امور تھے ان سب کو تو نے پھینک دیا؟ اس نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تو نے ابھی کنکریاں بھی نہیں پھینکیں اور حج بھی نہیں کیا۔ واپس لوٹ جا اور آئندہ اس طرح حج کرتا کہ تو بھی مقام ابراہیم پہنچ جائے۔
(کشف المحجوب)

نفترا

ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ دریائے دجلہ کے ساحل پر سے گذر رہے تھے۔ دریا میں طغیانی تھی، ہوا بھی تیز چل رہی تھی، انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص مدیا کے کنارے بیٹھا ہے اور اس کے زانوؤں پر سر رکھ کر ایک عورت بیٹھ ہوئی ہے۔ اس شخص نے صراحتی سے کوئی چیز عورت کو پلائی اور اس کے بعد خود بھی اسے پیا۔ خواجہ حسن بصریؒ سے اس شخص کی نظر بچ رہی تھی۔ اپنے نفرت اپنا منہ پھیر لیا۔۔۔

اور آگے بڑھ گئے۔

خواجہ صاحب کچھ دور ہی گئے ہوئے کہ لیکا ایک دریا میں شور بلند ہوا۔ ایک کشتی اٹک گئی تھی اور وہ مدد کے لئے پلٹا رہا تھا۔ وہ نامعلوم شخص اس عورت کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہ دریا کی طرف دوڑ پڑا اور بلا خطر دریا میں کود پڑا۔ وہ ایک ماہر تیراک تھا بڑی تیزی سے لوگوں کو بچا بچا کر کنارے پر لاتا اور دوسرے کو بچانے کیلئے دوبارہ پانی میں اتر پڑتا۔

کشتی میں دس سوار تھے۔ نو کو وہ یکے بعد دیگرے بچا چکا تھا۔ دسواں باقی تھا۔ اُسے چونکہ تھوڑا بہت تیرنا آتا تھا، اسلئے وہ ڈوبا نہیں تھا، لیکن وہ گھبراہٹ میں ٹھیک طرح سے تیر نہیں پا رہا تھا۔ خواجہ حسن بھری دور کھڑے حیرت سے منظر دیکھ رہے تھے، کہ وہ شخص انکی طرف گیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

حضرت! نو آدمیوں کو تو میں بچا چکا ہوں، اب یہ دسویں کو آپ نکالئے۔ خواجہ حسن بھری اس کی بات پر خاموش رہے۔ کوئی جواب ان سے بن نہیں پڑا۔ وہ شخص مزید کہنے لگا، یہ عورت جو ساحل پر بیٹھی ہے یہ میری ماں ہے۔ میں انہیں لئے جا رہا تھا کہ انکی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ میں انہیں کنارے پر لٹا کر صراحی میں دجلہ کا پانی لے آیا۔ انہیں پلایا اور خود بھی پیا۔ اپنے مجھے دیکھا اور پتہ نہیں کیا سمجھ کر حقا سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے۔
 خواجہ حسن بھری سرایاندامت بنے اساجنبی کیطرف دیکھ رہے
 تھے کہ وہ ایک مرتبہ پھر دریا کیطرف روانہ ہو گیا۔
 دیکھتے ہی دیکھتے اس نے آخری شخص کو بھی دریا سے نکال
 لایا اور اپنی ماں کو لے کر آگے بڑھ گیا۔
 خواجہ حسن بھری وہیں سجدے میں گر پڑے اور گڑ گڑا گڑ
 عزا کر خدا سے اپنی بھول کی معافی مانگی۔

حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے
انسانی ہمد روی | ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں اپنے
 چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک
 مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے کہ وہ پیا سے
 ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں
 پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی۔ میں
 نے بوجھا پانی کا گھونٹ دوں۔ انہوں نے اشارے سے ہاں
 کی۔ اتنے میں دو سر صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی
 مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچا زاد بھائی نے اُداڑ سنی
 تو مجھے انکے پاس جانیکا اشارہ کیا۔ میں انکے پاس لے کر گیا وہ
 ہشام مہربن ابی العاص تھے۔ انکے پاس پہنچا ہی تھا کہ انکے قریب
 ایک تیسرے صاحب اسٹال میں دم توڑ رہے تھے۔ انہوں نے آہ کی۔

ہشام نے مجھے انکے پاس جانیکا اشارہ کر دیا۔ میں انکے پاس پانی لیکر پہنچا تو انکا دم نکلی چکا تھا۔ ہشام نے انکے پاس واپس آیا تو وہ بھی جان بحق ہو چکے تھے۔ انکے پاس سے اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (ردیابہ)

انسان کی تلاش

مولانا روم اپنی مثنوی میں

کہتے ہیں: کہ کل رات کا واقعہ ہے کہ ایک ضعیف العمر آدمی چراغ لے شہر کے گرد گھوم رہے تھے۔ اور اندھیری رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے، میں نے کہا کہ حضرت سلامت آپ کیا تلاش کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ مجھے انسان کی تلاش ہے، میں چوپایوں اور درندوں کے ساتھ رہتے رہتے عاجز آ گیا ہوں۔ میرا پیسا نہ صبر بسر ہو چکا ہے۔ اب مجھے ایک ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا شہر اور مرد کامل ہو، میں نے کہا بزرگوار! اب آپ کا آخری وقت ہے، انسان کو آپ کہاں تک ڈھونڈیں گے، اس غنقا کا ملنا آسان نہیں۔ میں نے بہت ڈھونڈا ہے لیکن نہیں پایا۔

ان بزرگ نے جواب دیا کہ میری ساری عمر کی عادت یہ ہے کہ جب کسی چیز کو سنتا ہوں کہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور نہ یادہ تلاش کرتا ہوں۔ تم نے مجھے اب اس بات پر آمادہ کر دیا کہ میں اس گمشدہ انسان کو اور نہ یادہ ڈھونڈوں اور اسکی تلاش سے کبھی باز نہ آؤں۔

ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان کی ایک ہی قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو دیکھنے میں انسان ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں۔ اور دنیا میں ہمیشہ انہیں لوگوں کی کثرت رہی ہے۔ دوسرے وہ جو انسان ہیں اور وہ کبھی ایسے کم ہو جاتے ہیں کہ انکو چراغ لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام صرف عبادت و ریاضت

افضل ترین عبادت

یہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اسلام بھی چاہتا ہے کہ اسکے متبعین مخلوق خدا کی خدمت کو بھی عبادت و ریاضت ہی سمجھیں۔ اسی لئے اسلام نے خدمتِ خلق پر زیادہ زور دیا ہے۔

حدیث میں آیا ہے!

و قیامت کے دن ایسا ہوگا کہ خدا انسان سے کہے گا۔ اے ابن آدم میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو نے میری بیمار چرسی نہیں کی۔ بندہ متعجب ہو کر کہے گا۔ پروردگار بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو تو رب العالمین ہے خدا فرمائے گا کیا مجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا۔ مگر تو نے اس کی خبر نہیں لی۔ اگر تو اس کی بیمار چرسی کے لئے جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اسی طرح خدا فرمائے گا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے

کھانا مانگا مگر تو نے نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تجھے کھانا کھلاتا، کیونکہ تو۔۔ خود رب العالمین ہے جو سب کو روزی دیتا ہے) خدا فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ فلاں میرے۔۔ بھوکے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے۔۔ کھلانے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر تو کھلاتا تو مجھے۔۔ اس کے پاس پاتا۔ ویسے ہی خدا فرمائے گا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر۔۔ تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے پیاس لگے یا تو خود پروردگار غائم ہے۔ خدا فرمائے گا میرے فلاں پیاسے بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس کے پاس مجھے پاتا۔

(صحیح مسلم)

اسلام نے مخلوق خدا کی خدمت کو بڑی سعادت قرار دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہے وہ گویا خدا ہی کی خدمت کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ خدمت عبادت و ریاضت سے بھی کہیں زیادہ اہم ہے۔

ایک عورت باغ میں انگور خریدنے
خداوند کا دروازہ | مٹی۔ قحط کا زمانہ تھا۔ باغبان نے
 کہا میری مراد بوری کر دے تو تجھ کو غلہ و کپڑا اور انگور دوں گا۔
 عورت نے قبول کیا۔ باغبان نے کہا جاؤ باغ کے دروازے بند
 کر آؤ۔ عورت گئی اور دروازے بند کر آئی۔ باغبان نے پوچھا کہ
 دروازے بند کر دیئے۔ عورت نے کہا ہاں! بند کر دیئے مگر ایک
 دروازہ بند کرنے سکی۔ باغبان نے پوچھا کہ وہ کونسا ہے؟ عورت
 نے کہا کہ وہ در خداوند کا دروازہ ہے اگر لاکھ دروازے بند کر دیئے
 گئے تب بھی وہ دروازہ کھلا رہے گا۔

باغبان نے ایک چیخ ماری اور توبہ کرنی۔ اس عورت کو کچھ
 مال غلہ اور کپڑا دے کر رخصت کیا۔ ہاتھ غیب نے آواز دی
 کہ ہم نے دونوں کو بخشا اور دونوں سے خوش ہوئے۔
 (آثار سعید)

ایک حدیث پر عمل | حضرت امام زید بن یارونؒ
 شہر واسط کے رہنے والے تھے، بہت بڑے عابد و زاہد اور محدث و
 فقیہ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حدیث کی تحصیل و طلب میں
 کئی سال اپنے گھر والوں سے جدا رہا، ایک ماہ کے بعد جب واپس
 آیا اور بغداد پہنچا تو پتہ چلا کہ مقام عسکر میں ایک تابعی موجود ہیں،
 اور میں ان سے حدیث کی روایت کی نیت سے ان کے پاس گیا۔

انہوں نے کہا مجھ سے حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جسے اللہ تعالیٰ کسی ابتلا اور آزمائش میں ڈالے وہ صبر کرے، پھر صبر کرے، پھر صبر کرے۔ تابعی نے یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ یہ حدیث میں نے تمہارے علاوہ کسی اور سے بیان نہیں کی ہے۔ اسکے بعد اپنے وطن واسطہ آیا رات کو گھر پہنچا، سوچا کہ نادقت دروازہ کھٹکھٹانے سے گھر والوں کو تکلیف ہوگی اسلئے خود ہی دروازہ کھول کر اندر گیا۔ اس وقت میری بیوی اور گھر کے دوسرے لوگ چھت پر سو رہے تھے۔ میں چھت پر گیا اور دیکھا کہ میری بیوی کے پہلو میں ایک نوجوان سویا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے پتھر اٹھایا اور اس نوجوان کو مارنا چاہا، پھر اس تابعی کی حدیث یاد آگئی اور صبر سے کام لیا، غصے کی وجہ سے بے قابو تھا دوبارہ پتھر اٹھایا پھر وہ حدیث یاد کر کے رک گیا۔ پھر تیسری بار یہی صورت ہوئی اتنے میں میری بیوی جاگ گئی اور نوجوان کو جگا کر کہا، قم اِلٰی ابیہک، یعنی اٹھو تمہارے ابا آگئے۔ اب مجھے خیال آیا کہ میں اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر گیا تھا، اور یہ میرا نوجوان بیٹا ہے۔ نعلمت ان ذالک من بدکۃ العسکری۔ اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ عسکری تابعی کی بیان کردہ حدیث کی برکت ہے۔۔۔

اس پل پر یا اس پل پر

ملک شاہ سلجوقی کی سواری ایک روز ایک پل سے گزر رہی تھی ایک بڑھیا وہاں آکر کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ اسکے قریب پہنچا تو بڑھیا نے پکار کر کہا: اے بادشاہ بتا تیرا اور میرا انصاف اس پل پر ہوگا یا اس پل پر ملک شاہ بے اس جملہ کا بے حد اڑھ ہوا اور وہ گھبرا کر سواری سے اتر پڑا اور کہا: اُس پل پر کس کی ہمت ہے کہ کھڑا ہو سکے۔ بہتر یہ ہے کہ میرا اور تہرا حساب اس پل پر ہو جائے۔ اسکے بعد بڑھیا نے بتایا کہ سپاہیوں نے اسکی گائے پکڑ کر ذبح کر دی ہے۔ میں تم سے اس ظلم کا انصاف چاہتی ہوں۔ ملک شاہ سلجوقی وہیں ٹھہر گیا اور معاملہ کی تحقیق شروع کر دی۔ جب ثابت ہو گیا کہ شکایت صحیح ہے تو اس نے اسی وقت مجرموں کو سزا دی۔ اسکے بعد اس نے بڑھیا سے معافی مانگی اور گائے کی اصل قیمت سے بہت زیادہ معاوضہ دیکر بڑھیا کو راضی کیا۔

رشتہ کا انتخاب

سعید بن مسیب جلیل القدر

تابعی تھے۔ حدیث وفقہ کے امام تھے۔ انکی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی۔ قرآن و سنت کی حافظ اور مہنایت ہی سلیقہ شعار۔

خلیفہ عبدالملک نے اپنے صاحبزادے ولید کا پیغام حضرت سعید بن مسیب کے ہاں بھیجا، حضرت نے صاف انکار کر دیا۔ ان کی نگاہ میں دنیاوی جاہ و جلال کی کوئی وقعت نہ تھی۔ خلیفہ کو یہ انکار سخت ناگوار گذرا اور حضرت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ اپنے جگر گوشے کی عاقبت کے لئے ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ خلیفہ ہر طرح کی کوشش کر کے آخر کار مایوس ہو گئے۔

حضرت سعید بن مسیب اپنے مکان پر حدیث کا درس دیتے تھے۔ طلباء دور دور سے آتے انہیں طلبہ میں ایک نہایت غریب شخص ابووداعہ بھی تھے۔ یہ توجہ سے حدیث کا علم سیکھتے اور پابندی سے درس میں شریک ہوتے، اور بڑی توجہ سے حدیث کا علم سیکھتے۔ انہی نیکی، تقویٰ اور شوق علم سے حضرت سعید بن مسیب بہت متاثر تھے۔

ابووداعہ پابندی سے درس میں آتے۔ ایک بار چند روز کے لئے غیر حاضر ہو گئے۔ سعید بن مسیب کو فکر ہوئی کہ ابووداعہ چند روز سے کیوں غائب ہیں۔ دریافت حاس کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ ابووداعہ اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور ادب سے حضرت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت سعید! ابووداعہ! ختم کئی روز سے کہاں غائب ہو؟ ابووداعہ! ہر زنگین آوازیں، حضرت! میری شریکجات کا انتقال ہو گیا

بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، انکی دیکھ بھال اور گھر کا کام کاج سب مجھے ہی کرنا پڑتا ہے، بڑی پریشانی ہے، اسی پریشانی میں آپکے فیض سے بھی محروم رہا۔

حضرت سعیدؒ :- اچھا تمہاری شریک حیات کا انتقال ہو گیا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں کی، میں تجھیز و تکفین میں شریک ہوتا۔

ابووداعہؓ :- حضرت! میں نے سوچا، آپ مصروف آدمی ہیں، مسجد اور گھر کے سوا کہیں جاتے بھی نہیں، آپ کو کیا رحمت دولا خدا کا شکر ہے سارے کام بخیر و خوبی انجام پائے۔

تھوڑی دیر بعد جب سارے طالب علم رخصت ہونے لگے تو ابووداعہؓ نے بھی اجازت چاہی، حضرت سعیدؒ نے ان کو اپنے پاس بلایا، کچھ رقم دی اور ہدایت فرمائی کہ تم اس سے اپنا قرض ادا کرو۔ پھر پوچھا۔ کہو تم نے دوسری شادی کی فکر بھی کی نہیں؟ ابووداعہؓ کا دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور بولا۔

حضرت! میں نے قریش کا ایک ایک غاندان چھان مارا اور ایک ایک سے درخواست کی، مگر کسی نے میرا پیغام قبول نہ کیا، میرے پاس جائیداد ہے نہ مال دولت، میں ایک نادار اور فاقہ کش انسان ہوں، پھر چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میرے پاس تو خدا کی محبت اور خوف کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

اللہ اکبر! لوگ تمہیں صرف اس لئے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ تم نادار اور مفلس ہو، خدا گواہ ہے تم معمولی آدمی نہیں ہو، تمہارے پاس دین کی دولت ہے، علم دین کا جذبہ ہے، اور حضرت سعیدؓ ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور ابودواعہ کے کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولے، ابودواعہ تم تیار ہو، میں اپنی فرزندگی میں لے جانا چاہتا ہوں۔ ابودواعہ کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ خلافِ سید یہ خوشخبری سنکر حیران رہ گئے اور انکی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں۔ حضرت نے پھر ابودواعہ کو متوجہ کیا اور کہا بیٹے! بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت اس سے بڑھکر میری خوش نصیبی اور کیا ہوگی کہ آپ مجھے اپنا سرپرستی میں قبول فرمالیں۔ ابودواعہ نے کہا۔ حضرت نے اسی وقت کچھ لوگوں کو بلوایا اور انکی موجودگی میں چند درہم مہر پر ابودواعہ سے اپنی پیاری لڑکی کا نکاح بڑھوایا۔ اس لڑکی کا نکاح جس کے لئے خلیفہ عبدالملک کے غلام و ستم ہے لیکن کسی طرح تیار نہ ہوئے۔

نکاح ہو گیا، خوشی سے جھومتے ہوئے گھر پہنچے۔ ماں نے اس واقعہ کو سنا تو دیر تک خدا کا شکر ادا کرتی رہیں۔ ابودواعہ رخصتی کے لئے ضروری سامان کی فکر میں تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔

روزہ افطار کر کے سو بیٹھے بیٹھے تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
ابودداعہ نے بوجھا کون؟

یہ تو حضرت سعیدؓ تھے۔ وہ تو اپنے گھر اور مسجد کے سوا کہیں جاتے ہی
نہیں۔ فوراً دروازے پر پہنچے۔ حضرت سعیدؓ کھڑے مسکرا رہے ہیں۔
نظر میں چار سوئیں اور حضرت سعیدؓ نے فوراً کہا، السلام علیکم۔
ابودداعہ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! حضرت، آپ نے مجھے کلوایا ہوتا،
آپ نے کیوں زحمت فرمائی۔

حضرت: بیٹے! کوئی حرج نہیں۔ میں نے سوچا کہ تمہاری بیوی معیہ
ہے، تو تم رات نہ تھا کیوں بستر کرو۔ تمہاری بیوی کو لیکر آیا ہوں۔ یہ
کہا اور لڑکی کو اشارہ کر کے گھر کے اندر داخل کر دیا، اور رخصت لے کر
اسی وقت واپس ہو گئے۔

ابودداعہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی وہ خوشی کے عالم میں اپنی چاندی
بیوی کو لے کر ماں کے پاس پہنچے، ماں نے اسی وقت بڑوسیوں میں خوشی
کا اعلان کر دیا کہ مدینہ کے امام حضرت سعید بن مسیبؓ نے اپنی بیوی
بیٹی کا نکاح میرے لڑکے ابودداعہ کے ساتھ کر دیا ہے۔ اور ابھی ابھی اس
پری پیکر کو میسر گھر پہنچا گئے ہیں۔

ابودداعہ کی ماں نے دوہن کو سنوارا، بیٹے کو مبارکباد دی۔ اور
بڑوسیوں نے بھی مبارکباد دی۔ اور سب حیران تھے کہ آخر سعید بن
مسیبؓ جیسے عظیم شخص نے ابودداعہ کو کیسے منتخب کر لیا۔

اور جب حضرت ابووداعہؓ کی ملاقات اس چاند کے ٹکڑے سے ہوئی
تو دیکھا کہ انکی رفیقہ رحیات قرآن و سنت کی حافظہ، علم و تہذیب سے
آراستہ ایک فرشتہ صفت حسن و جمال کا پیکر حور ہے۔ ابووداعہؓ کا
دل خوشی اور نور سے جگمگا اٹھا۔

ایک کے ازار کابل کا ایک بادشاہ امیر دوست محمدؒ گذرا ہے۔
یہ بادشاہ بہت دیندار، اور پرہیزگار تھا۔ اتفاقاً ایک بار کابل پر ایک
غنیم نے چڑھائی کی تو بادشاہ نے مقابلے کیلئے فوج بھیجی اور شاہزادے
کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ بادشاہ کی
فوج کو شکست ہو گئی۔ غنیم ملک کی حدود میں گھس آیا اور شاہزادہ بھاگا
ہوا آ رہا ہے۔ غنیم شاہزادے کے تعاقب میں ہے۔ بادشاہ کو بہت صدمہ
ہوا۔ اسی حالت غم میں وہ اپنے محل سرا میں داخل ہوا، رنجیدگی
کے آثار دیکھ کر بیگم نے رنج و غم کا سبب پوچھا، کیا بات ہے بادشاہ
سلامت کے مزاج کسے ہیں؟ کیوں گھبرا رہے ہیں؟ بادشاہ نے کہا کہ
باتوں کا صدمہ ہے۔ ایک یہ غنیم ملک میں گھس آیا ہے۔ دو سکر شاہزادہ
کو شکست ہو گئی فوج اور ملک کا نقصان اور شکست کی رسوائی۔
بیگم نے کہا یہ سب جھوٹی اور غیر معتبر باتیں ہیں۔ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔
بادشاہ نے کہا یہ تو سی۔ آئی۔ ڈمی کی خبر ہے۔ بیگم بولی جھوٹ ہے۔
یہ تو ہو سکتا ہے کہ شاہزادہ سیٹنے پر گولی کھائے اور شہید ہو جائے۔

بھاگ کر پشت پر گولی نہیں کھا سکتا۔ بادشاہ نے کہا یوں تو سرکارِ محکمہ اطلاعات کی خبر ہے جو غلط ہو نہیں سکتی۔ بیگم نے جواب دیا یہ کسی بھی محکمے کی اطلاع ہو غلط انواہ ہے آپ مطمئن ہیں بادشاہ یہ کہہ کر باہر چلا گیا کہ عورت ذات سے کون کُٹھے یہ تو مرغ کی ایک ہی ٹانگ گائے جا رہی ہے۔

تیسرے دن بادشاہ محل میں داخل ہوا تو نہایت ہی ہشاش ویشاش تھا۔ بیگم نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کیا بات آج تو بادشاہ سلامت بہت مسرور نظر آ رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا تمہاری بات سچی نکلی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان مبارک کی شہزادہ کامیابی کے ساتھ واپس آ رہا ہے۔ بیگم نے کہا خدا کا شکر ہے کہ خدانے مجھ ناتوان بندی کی لاج رکھ لی۔

بادشاہ نے دریافت کیا اچھا یہ بتلاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ شکست کی خبر بالکل غلط ہے۔ کہا کہ میں یہ بات نہ بتلاؤں گی اس میں ایک راز ہے۔ راز شوہر سے چھپایا جائے تعجب کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ اس راز کا علم میرے لئے مفید ہو۔ بادشاہ کے اصرار پر مجبور ہو کر بیگم نے وہ راز ظاہر کیا۔

بیگم نے کہا جب شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے عہد کر لیا تھا کہ حلال رزق کھاؤں گی۔ حرام اور مشتبہ سے قطعی پرہیز کروں گی۔ چنانچہ میں نے انواہ تک لقمہ حلال اور غیر مشتبہ رزق ہی کھایا ہے۔

حرام اور مشتبہ میرے قریب تک آسکا۔ اور کہا کہ حرام اور مشتبہ لہجے سے ناپاک خون اور گوشت پیدا ہوگا اور اس سے افعال اور اعمال بھی ناپاک ہی سرزد ہونگے۔ اسی سے نافرمانیاں اور بدکاریاں عمل میں آئیں گی۔ اور ناپاک افعال میں سے بزودی بھی ہے۔ اور جو خون حلال اور طیب روزی سے پیدا ہوتا ہے اس سے پاک اعمال صادر ہوتے ہیں اور پاکیزہ اعمال میں شجاعت اور بہادری بھی ہے جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہے کہ سینے پر گولی کھا سکتا ہے پشت پر نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت یہ پیدا ہوا تو میں نے اس کو کسی دودھ پلانے والی کے سپرد نہیں کیا بلکہ اس کو خود ہی دودھ پلا کر پرورش کیا۔ دودھ پلانے کے دوران میں ہمیشہ اس بات کا اہتمام کرتی رہی کہ دودھ پلانے سے پہلے وضو کرتی اور دو رکعت نماز ادا کرتی اس کے بعد اس کو دودھ پلانے کے لئے چھاتی سے لگاتی تھی اور اس مدت میں لقمہ حلال اور پاکیزہ روزی کا سخت اہتمام کرتی تھی انہیں وجوہات کی بنا پر میں نے دعویٰ کیا تھا کہ شہزادے کا بزودیٰ کی طرح پشت دکھا کر بھاگ آنا ممکن نہیں۔

اسی مصنف کی دیگر تصانیف

5-00	قیمت	۱- مختصر تاریخ عالم
4-00	"	۲- شعاع نور
4-00	"	۳- لمعات ایسانی
3-00	"	۴- فردوس نظر
4-00	"	۵- انسانیت کے چراغ
3-50	"	۸- پہلی منزل
5-00	"	۹- درجے بہا
	(زیر طبع)	۱۰- گوہر نایاب
	(زیر طبع)	۱۱- نوری چہل حدیث

تلگو اڈیشن

1-00	قیمت	۱۲- کفن و دفن
5-50	"	۱۳- کانتی کراٹمو
4-00	"	۱۴- ماتا و اتا دیسمو
	(زیر طبع م)	۱۵- کانتی سکھالو

ملنے کے پتے

۱- ظفر بک ڈپو 64-49-10 کا ولی 52 42 01

۲- رحیم بک ڈپو گنٹور۔

۳- ضیاء برادر سس۔ کرنول۔

۴- ادارہ دعوت القرآن۔ دلیوبند۔ یوپی۔